تاج الشریعہ

اور فتاویٰ تاج الشریعہ

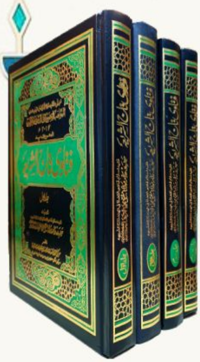

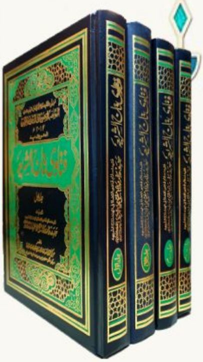

مفتی محمد مطیع الرحمن نظامی

مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم جلالی پورہ، بنارس، یوپی

/muftiakhtarrazakhan

/muftiakhtarrazakhan1011

/muftiakhtarraza

+92 334 3247192

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

www.muftiakhtarrazakhan.com

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نبیرۂ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جانشین مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

جگر گوشہ مفسر اعظم رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام
کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ
کے لئے وزٹ کریں

www.muftiakhtarrazakhan.com

/muftiakhtarrazakhan
/muftiakhtarrazakhan1011
/muftiakhtarraza
+92 334 3247192

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ

اور فتاویٰ تاج الشریعہ

از قلم:
مفتی محمد مطیع الرحمن نظامی
مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم جلالی پورہ، بنارس، یوپی

آن لائن پیشکش
تاج الشریعہ فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان
www.muftiakhtarrazakhan.com

www.muftiakhtarrazakhan.com

حضور تاج الشریعہ اور فتاوی تاج الشریعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی خلق الارض والسماء ورفع درجات العلماء والفقہاء والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی خیر الانبیاء وعلی آلہ وصحبہ الذین ہم نجوم الاھتداء وعلی الراسخین فی العلم من الاصفیاء والاتقیاء وعلی من اتبعھم باحسان الی یوم الجزاء امابعد فقدقال اللہ تعالی :.فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذارجعوا الیھم لعلھم یحذرون وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم :.من یرداللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔

فقہ وافتا کا کام بعطائے الٰہی دین اسلام کا ایک اہم حصہ ہے، اور یہ کام اللہ رب العزت اپنے انہیں بندوں سے لیتا ہے جن کے ساتھ بھلائی کا رادہ فرماتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:من یرداللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (الحدیث)۔ نیز جسے تفقہ فی الدین حاصل ہوجائے معرفت الہیہ بھی اسی کو حاصل ہوتی ہے اور وہی فقیہ کہلاتا ہے، امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی مقبول عوام وخواص مستندو معتمد جان تصوف کتاب احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں : التفقہ:الفقہ عن اللہ بادراك جلالہ وعظمتہ وھوالعلم الذی یورث الخوف والخشیۃ والھیبۃ والخشوع ویحمل علی التقوی وملازمتھا .(احیاءالعلوم للغزالی)
فقیہ کی زندگی کا مقصد مخلوق خدا کو حق کی دعوت دینا اوران کی صحیح رہنمائی کرنا ہے امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں : یجب ان یکون المقصود من التفقہ والتعلم دعوۃ الخلق الی الحق وارشادھم الی الدین القویم والصراط المستقیم (تفسیر کبیر)۔ حدیث شریف کی

www.muftiakhtarrazakhan.com

شرح کرتے ہوئے علامہ مناوی فرماتے ہیں :من لم یتفقه فی الدین ای یتعلم قواعدالاسلام لم یر داللہ به خیرا ۔یعنی جسے تفقہ فی الدین حاصل نہ ہوااللہ تعالی نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ ہی نہیں کیا(فیض القدیر)ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :ان التفقه فی الدین علامة علی حسن الخاتمة(فیض القدیر)۔ یعنی تفقہ فی الدین حسن خاتمہ کی علامت ہے۔اور فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات قرآنیہ واحادیث مقدسہ سے استنباط واستخراج مسائل کرکے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ قوم مسلم کی صحیح رہنمائی اور مذہب اسلام کی اشاعت کرے اس کے لئے اس کا بہترین مفسر ومحدث ہونے کے ساتھ نحو وصرف ، منطق وفلسفہ، فصاحت وبلاغت ، بیان وبدیع اور اصول وفروع پر کامل دسترس رکھنا ضروری ہے ،محض عربی عبارتوں کا ترجمہ کرلینے سے کوئی فقیہ نہیں بن جاتا جیسا کہ آج کے کچھ نوآموز ،عربی عبارتوں کا جیسے تیسے ترجمہ کرلینے والے عربی میں گفتگو کرلینے والے فقہ کی کچھ کتابوں سے مسائل نقل کرلینے والے درسیات کی کچھ کتابیں پڑھالینے والے اپنے آپ کوفقیہ اور مفتی کہلانے کا ایسا شوق رکھتے ہیں کہ اگر مفتی یا فقیہ ان کے نام کے ساتھ نہ جوڑا جائے آگ بگولہ ہوجاتے ہیں اور اپنی ایسی جہالت کا ثبوت دیتے پھرتے ہیں جس کا خود انہیں شعور نہیں ہوتا تو ایسا شخص فقیہ نہیں ہوسکتا اور نہ کسی زاویے سے یہ فقہ ہے۔فقہ کیا ہے؟ اور فقیہ کون کہلانے کا مستحق ہے؟ امام اہل سنت سیدی سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے جملوں میں ملاحظہ کریں فرماتے ہیں: ’’فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان ہی عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظۂ اصول مقررہ وضوابط محررہ ووجوہ تکلم وطرق تفاہم تنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درآیات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم وصریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتیین وسیر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسدین وعلم وجوہ ترجیح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام اطلاع عام ونظر دقیق

وفکرِ عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے اورحقیقۃً وہ نہیں مگرایک نور کہ رب عزوجل محض کرم اپنے بندے کے قلب میں القا فرماتا ہے: وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا ہے اور دامن ائمۂ کرام مضبوط تھام کرراہ تنقیح لیتا ہے توفیق ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جوایک سچا سانچا ہوجاتا ہے کہ ہر فرع خودبخود اپنے محمل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھنٹ کر اصل مراد کی صاف وشفاف چاندنی نکلتی ہے اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال سخت نظر آتے تھے، حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے۔" ایک ایک گوشے کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کیا ہر کوئی فقیہ اور مفتی کہلانے کا مستحق ہے نہیں درحقیقت جو ذات مفتی اور فقیہ کہلانے کا حق رکھتی تھی اور اعلی حضرت کی عطا کردہ کسوٹی پر صحیح طور پر اترتی تھی وہ ذات افقہ فقہا مثل اماثل افضل افاضل شیخ برکت جان فقاہت حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات تھی۔ نیز سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے فتاوی رضویہ شریف کی پہلی جلد کے باب المیاہ میں جو اصول وضوابط فتوی نویسی کے تعلق سے تحریر فرمائے ہیں ان کو پڑھیں اور اس کے تناظر میں سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاوے کا مطالعہ کریں اور فیصلہ کریں کہ حضرت کا معیار فتوی نویسی کتنا بلند تھا اور آپ کیسے اعلی حضرت کے علوم کے سچے وارث تھے اور کیوں زمانہ آپ کے فتوے یا کسی فتوے پر آپ کے دستخط کا محتاج تھا۔ پہلے جو اعلی حضرت نے ارشاد فرمایا ہے اس کو ملاحظہ کریں، فرماتے ہیں: "لیس حکایۃ قول افتاء بہ فانا نحکی اقوالا خارجۃ عن المذھب ولا یتوھم احد انا نفتی بھا انما الافتا ان تعتمد علی شئ و تبین لسائلک ان ھذا حکم الشرع فی ماسئلت وھذا لا یحل لاحد من دون ان یعرفہ عن دلیل شرعی والا کان جزافا و افتراء علی الشرع ودخولا تحت قولہ عزوجل ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون وقولہ تعالی قل آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون۔ کسی قول کی نقل وحکایت اور کسی قول پر افتا دونوں ایک نہیں ہم ایسے بہت سے اقوال بیان کرتے ہیں جو ہمارے مذہب سے باہر کے ہیں اور کسی کو یہ وہم نہیں ہوتا کہ ہم ان اقوال پر فتوی دے رہے

ہیں ۔افتا یہ ہے کہ کسی بات پر اعتماد کر کے سائل کو بتایا جائے کہ تمھاری مسئولہ صورت میں حکم شریعت یہ ہے یہ کام کسی کے لئے بھی اس وقت حلال نہیں جب تک اسے کسی دلیل شرعی سے اس حکم کا علم نہ ہوجائے ورنہ جزاف (اٹکل سے بتانا) اورشریعت پر افتراء ہوگا اور ان ارشادات کا مصداق بھی بننا ہوگا: کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں فرماؤ کیا تمھیں اللہ نے اذن دیا یا تم خدا پر افتراء کرتے ہو"۔(فتاوی رضویہ)سطور بالا اصول وضوابط کی روشنی میں جب فتاوی تاج الشریعہ کا مطالعہ کرتے ہیں تب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو استحضار جزئیات، فہم آیات قرآنیہ واحادیث کریمہ اور استنباط مسائل شرعیہ منقحہ اور معرفت احوال زمانہ پر کیسی مہارت تامہ حاصل تھی ذالك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء آج کل جو حالات کچھ دارالافتاء اور مفتیوں کے ہیں اس سے کوسوں دور صرف دینی حمیت پیش نظر رکھتے کبھی انا کا مسئلہ بناتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور جب تک یہ سب باتیں ایک مفتی کے اندر نہ ہوں درحقیقت وہ مفتی کہلانے کا حق نہیں رکھتا حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "انما الفقیہ:الزاھد فی الدنیا والراغب فی الآخرۃ" اور امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: "فقیہ وہ ہے جو دنیا سے دل نہ لگائے اور آخرت کی طرف ہمیشہ راغب رہے، دین میں کامل بصیرت رکھتا ہو، طاعات پر مداوت اپنی عادت بنالے، کسی بھی حال میں مسلمانوں کی حق تلفی برداشت نہ کرے، مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر ہو مال کی طمع نہ رکھے، آفات نفسانی کی باریکیوں کو پہچانتا ہو عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بھی باخبر ہو، راہ آخرت کی گھاٹیوں سے واقف ہو، دنیا کو حقیر سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پانے کی قوت بھی اپنے اندر رکھتا ہو سفر وحضر اور خلوت وجلوت میں ہر وقت دل پر خوف الٰہی غالب ہو"۔(احیاء العلوم)بقول امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ: من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق. فقہ وتصوف کا آپس میں ایک ایسا حسین ربط ہے کہ درحقیقت ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر نہیں پایا جاسکتا ایک صوفی کے لئے ضروری ہے کہ تفقہ اس کے اندر ہو ورنہ اس کے زندیق ہونے کا خطرہ ہے ویسے ہی ایک فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ تصوف سے وہ الگ نہ ہو ورنہ فاسق ہوجائے گا جب کہ بقول امام غزالی سفر وحضر

خلوت وجلوت میں ہر وقت اس کے دل پر خوف الٰہی کا غلبہ ہونا ضروری ہے بلکہ ایک دوسری جگہ امام غزالی فرماتے ہیں: وادنی درجات الفقیہ ان یعلم ان الآخرۃ خیر من الدنیا وھذہ المعرفۃ اذا صدقت وغلبت علیہ برئ بھا من النفاق والریاء۔ خلاصہ یہ کہ مفتی جب تک اپنے وقت کا صوفی نہیں ہوگا اس وقت تک اس کے فتوے پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اسی وجہ سے امام اہل سنت کے زمانے میں بہت سارے مفتیان کرام موجود تھے مگر بزرگان دین اس وقت فرماتے تھے کہ اس زمانے میں صرف مولانا احمد رضا کے فتوے پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے وجہ یہی تھی کہ اعلیٰ حضرت ان تمام اوصاف وکمالات سے متصف تھے جو اوصاف علمائے راسخین فی العلم نے اپنی اپنی کتابوں میں فقیہ اور مفتی کے لئے بیان کئے ہیں اور یہی کمالات فقیہ عصر فخر از ہر پیشوائے اہل سنت عمدۃ العمائد شیخ البرکۃ بدر الطریقہ مخدوم ابن مخدوم ولی ابن ولی وارث علوم اعلیٰ حضرت نور دیدۂ ہمشبیہ غوث اعظم سیدی سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والا برکات میں بدرجۂ اتم واکمل پائے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ ہر کسی کو انتظار رہتا تھا اس کا کہ فلاں مسئلے میں حضور تاج الشریعہ کا موقف کیا ہے دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات اپنے تو اپنے غیر بھی حضرت کا موقف جاننا چاہتے تھے، اس خداداد صلاحیت ولیاقت ومقبولیت اور کمالات حمیدہ کے سبھی قائل تھے۔

ایں بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اک طرف آپ ایسے روحانی قائد تھے کہ مشائخ سلسلۂ قادریہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ کے احسن طریقۂ بیعت وارشاد کے سلسلے کو آگے بڑھانے کی اہم ذمہ داری کو نبھانے اور اصلاح قوم مسلم واشاعت ملت بیضاء کی خاطر بکثرت ملک وبیرون ملک کے تبلیغی اسفار کرتے اور ان کے عقائد کی حفاظت وصیانت فرماتے تو وہیں دوسری طرف تقریراً وتحریراً فتاوے کی بھی عظیم ذمہ داری سے امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی فرماتے رہے کبھی خود تحریر فرماتے اور املا کرواتے فتوی چاہے املا کرائیں یا خود لکھ کر دیں انداز افتا میں سرمو فرق نہیں ہوتا ضرورت کے مطابق قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء سے دلائل وبراہین اخذ کرتے اور فتوے کو زینت بخشتے آپ کے نہ تو ان جملوں کا جواب جو فتوے میں نقل فرماتے اور نہ انداز استدلال کا جواب اور کیوں نہ ہو آپ تو

اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ اور بے نظیر مفتی تھے زمانے میں یوں تو بڑے بڑوں کی فقاہت دیکھی گئی لیکن جب شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سیمینار کے فیصلے سننے کے لئے بحیثیت فیصل بورڈ مسند پہ جلوہ افروز ہوتے اور فیصلے سنائے جاتے تو آپ اردو عربی ساری عبارتوں میں بہت سی جگہوں پر جملوں میں تقدیم وتاخیر اور ترتیب کلمات ایسے فرماتے جیسے فیصلے کے جملے من جانب اللہ آپ کے قلب پر القا ہو رہے ہیں اور آپ اسے اپنی زبان فیض ترجمان سے ادا فرما رہے ہیں کبھی کبھی تو فیصلے سنانے والے بڑے بڑے مفتیان کرام دانت تلے انگلی دبانے لگتے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتے اور آخر یہ کہہ کر اٹھتے کہ اعلی حضرت کا فیضان ہے حضرت کے علم کا کوئی جواب نہیں بلکہ مفتیان کرام سے یہ بھی کہتے سنا کہ جہاں سب کے علم کی رسائی ختم ہو جاتی ہے حضرت کا علم وہاں سے شروع ہوتا ہے ، آپ کے فتاوے میں سرکار اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کی تحقیقات کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ اصول وضوابط جو ایک فقیہ کے لئے اعلی حضرت نے اپنے فتاوے میں بیان فرمائے ہیں پورے طور پر اس کی رعایت فتاوی تاج الشریعہ میں نظر آتی ہے۔اس پر فتن ماحول میں آپ دشمنان اسلام کے بے تکے الٹے سیدھے سوالات کے جوابات اردو میں تحریر فرماتے وہیں انگریزی ،اور عربی میں بھی تحریر فرماتے نمونے کے طور پر اردو کے کچھ فتاوے کے ساتھ عربی فتاوے میں سے بھی کچھ نقل کرونگا انشاء اللہ تعالی ،مقصد آپ کے سامنے صرف ایک ہی ہوتا مذہب وملت کی محافظت اور اہل اسلام کے عقیدے کی حفاظت، ساتھ ساتھ تعلیم وتعلم کے ذریعہ کامیاب رہنما پیدا کرنے کا جذبہ بھی آپ کو اپنے آباؤ اجداد مشائخ رضویہ کی وراثت میں ملا تھا آپ جیسی ذات کا مستقبل قریب میں ملنا بہت مشکل معلوم پڑتا ہے بقول حضرت محدث کبیر ایسی شخصیت چراغ نہیں آفتاب لے کر ڈھونڈو گے تو بھی نہیں پاؤ گے۔آپ کے فتاوے کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ امیر ہو یا غریب چھوٹا ہو یا بڑا عالم ہو یا غیر عالم شرع کا حکم ان کے لئے لکھنے اور بیان کرنے میں دریغ نہیں کرتے اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ جواباً مجھے سب وشتم کا شکار بنایا جائے گا یا تعریف کے پل باندھے جائیں گے خوش ہوں تو اپنے لئے ناخوش ہوں تو اپنے لئے اسی لئے جہاں حضرت کے مدح خوانوں کی کمی نہیں وہیں حاسدین بھی کم نہیں ہیں بہت سے دشمنوں اور

حاسدوں نے سب وشتم کے ذریعہ اپنی عاقبت برباد کی اور سب کا جواب حضرت خاموش مزاجی سے دیتے رہے اور بدخواہوں کا کیا جواب دیتے شیخ سعدی نے کہا ہے کہ حسوداں راچہ کنم کہ او خود برنجیست ۔اور کسی عربی شاعر نے کہا ہے کہ

اذا نطق السفيه فلا تجبه　　　　فخير من اجابته السكوت۔

یعنی بیوقوفوں کی بکواس کا جواب نہیں دیا جاتا

ہوس پرست اعداء اور حاسدین خود ہی خائب وخاسر ہوتے نظر آئے جس کا مشاہدہ لوگوں نے اٹھتے بیٹھتے خوب کیا ہے اور اب بھی کررہے ہیں ۔اور حضرت کی پوری زندگی اعلی حضرت کے اس شعر کے مصداق بنتی نظر آئی کہ

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

نیز آپ کی زندگی ہوبہو اعلی حضرت کے اس قطع بند شعر کی ترجمان رہی کہ:

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن　　　　نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم کنج خمولی کہ نہ گنجد در وے　　　　جز من وچند کتابے ودوات وقلمے

الغرض حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضواں علم وفن کی بیشتر شاخوں پر کامل دسترس رکھتے تھے خاص کر دینی علوم اور تقوی وطہارت میں اپنے اجداد خصوصاً امام اہل سنت سیدی سرکار اعلی حضرت ،حجۃ الاسلام سرکار حامد رضا خاں اور غوث زمانہ سرکار حضور مفتی اعظم علیہم الرحمہ کے علمی عملی اور فکری جانشین اور حقیقی وارث تھےعلوم قرآن وتفسیر واصول تفسیر، تجوید وقرأت ،علم حدیث واصول حدیث ،فقہ واصول فقہ،عقائد وتصوف ،بلاغت وبیان وبدیع، عروض وادب ،لغت ،نحو وصرف ،منطق وفلسفہ اور ریاضی علوم کے اصول وفروع پر دسترس حاصل تھی ،فقہ وتصوف پر آپ کو کس قدر عبور تھا یہ آپ کی زندگی کے گوشوں پر نظر ڈالنے ہی سے معلوم ہوجائے گا استقامت فی الدین کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔اب میں ذیل میں فقہ وافتا میں سرکار حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاوی تاج الشریعہ سے چند ایسے شواہد نقل کرتا ہوں جو حضرت کے راسخ فی العلم اور متبحر فی العلم ہونے پر دال ہیں ،اسی سے میرا دعوی مدلل ومبرہن ہوتا

نظر آئے گا اور آپ اس پر شواہد کی مہریں ثبت کرتے نظر آئیں گے۔ مستفتی کے سوال کرنے کا مقصد صرف ''حکم شرع'' معلوم کرنا ہوتا ہے خاص کر جب ایسی شخصیت سے سوال کرے جو اپنے وقت کا فقیہ نہیں فقیہ گر ہو مفتی نہیں مفتی گر ہو متبع شرع ایسا کہ اس کی نشست و برخاست نقل وحرکت سونے جاگنے کے طریقوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا جاتا ہو جن کا صرف ہاں یا نہ کہہ دینا ہی لوگوں کے لئے کافی ہو جن کی گفتگو ہی لوگوں کے لئے دلیل کی حیثیت رکھتی ہو جنکے اقوال و افعال کو حجت بنایا جاتا ہو ایسے سے بالخصوص جب سوال کیا جاتا ہے تو مقصد صرف حکم شرع ہی معلوم کرنا ہوتا ہے اسی لئے مفتی پہلے حکم شرع کو بیان کر کے اپنا موقف ظاہر کر دیتا ہے پھر دلائل محققہ پیش کرتا ہے پھر جب ضروری سمجھتا ہے تو حالات کے تناظر میں عدم جواز کا بطلان دلائل و براہین سے ثابت کرتا ہے الغرض وہ فتوے جہاں صرف حکم بیان کیا گیا ہے وہ بھی نمونے کے طور پر نقل کیے جائیں گے اور جو دلائل و براہین سے مزین ہیں وہ بھی پیش کئے جائیں گے جو حضرت کے تبحر علمی کو ثابت کریں گے۔ سب سے پہلے یہ عرض کروں کہ خانوادۂ رضویہ کے بزرگوں کے فتاوے کی چوتھی کڑی کا نام المواہب الرضویہ فی الفتاوی الازہریہ المعروف بہ فتاوی تاج الشریعہ ہے سب سے پہلے فتاوی رضویہ شریف پھر فتاوی حامدیہ پھر فتاوی مفتی اعظم کے ذریعہ تشنہ لبوں کی پیاس بجھائی گئی اور اب فتاوی تاج الشریعہ اس کام کے لئے علماو مشائخ کے مطالعہ کی میز کی زینت ہے حضرت کے تمام فتاوی میں صرف کتاب العقائد سے متعلق فتاوے منظر عام پر آپائے ہیں باقی جلد ہی آنے والے ہیں سردست مسائل عقائد پر مشتمل یہ دو جلدیں جو اس وقت ہمارے مطالعہ میں ہیں ۱۵ر عناوین پر مشتمل ہیں جس میں مجموعی طور پر تقریباً بارہ سو نوے، ۱۲۹۰ر مسائل کے جوابات ہیں۔ پہلی جلد میں کل سات ۷ عناوین ہیں۔

(۱) ذات وصفات باری تعالیٰ۔ (۲) نبوت ورسالت۔ (۳) کلام اللہ تعالیٰ۔

(۴) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (۵) اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (۶) علمائے کرام حفظہم اللہ تعالیٰ۔ (۷) تقلید۔ یہ ساتوں عناوین چارسوسولہ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہیں اس میں کچھ فتاوی تو سرکار حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مصدقہ ہیں انشاء اللہ ان میں سے ایک دو فتاوی نمونے کے طور پر نقل کئے جائیں گے اور کچھ فتاوی حضرت صدر العلما علامہ

تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ کے مصدقہ ہیں اور زیادہ تر استاذ المفتیین معتمد مفتی اعظم ہند نائب مفتی اعظم ہند حضرت قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ کے مصدقہ ہیں۔ اور دوسری جلد میں آٹھ عناوین ہیں جس میں آٹھ سو سو چوہتر ۸۷۴ سوالات کے جوابات ہیں، دونوں جلدوں کے عناوین کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

جلد دوم (۸) بیعت وارشاد۔ (۹) معاد وحشر۔ (۱۰) جنت۔ (۱۱) جن وملائک (۱۲) ایمان وکفر۔ (۱۳) فرق باطلہ (۱۴) الفاظ الکفر۔ (۱۵) مسائل شتیٰ۔

آپ کے فتاوی میں وہ تمام تر خصوصیات ملیں گی جو بریلی شریف کے فتاوی کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس میں بہت سے نو پید مسائل کے جوابات ہیں۔ اس میں فتاوی رضویہ کا رنگ تحریر اور فتاوی مصطفویہ کی جھلک موجود ہے، آپ کے فتاوی میں فقہی مراجع بکثرت ملتے ہیں جس سے آپ کے علمی مقام اور کثرت مطالعہ پر ثبوت فراہم ہوتا ہے، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ غالبا ہندوستان کے تنہا ایسے مفتی ہیں جن کے فتاوی سہ لسانی جوابات پر مشتمل ہیں۔ آپ کے فتاوی، اردو، عربی، انگلش، میں موجود ہیں آپ کے بعض فتاوی رسائل وجرائد میں مطبوع ہیں، بعض فتاویٰ مستقل رسالے کی شکل میں ہیں جیسے ''سُنو چپ رہو''، ''القول الفائق''، ''ٹائی کا مسئلہ'' وغیرہ''، بعض انگلش کے فتاوی بھی ''ازہر الفتاوی'' کے نام سے مطبوع ہیں، وہ سارے فتاویٰ مختلف زبانوں میں فتاوی تاج الشریعہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس جگہ انگلش والے فتاوی تو نمونے کے طور پیش کرنا مشکل ہے ہاں عربی زبان والے فتاوی پیش کئے جائیں گے۔

حضرت سے ایک سوال ہوا'' خدا'' اور'' اللہ'' کے ذات باری تعالی کے لئے استعمال کے تعلق سے ان جملوں میں: ''بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ '' خدا'' اللہ کا ترجمہ نہیں اعلیٰ حضرت نے اللہ کا ترجمہ خدا کیوں لکھا؟ مثلاً: ☆ {وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَن يُوصَلَ} ۔ اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا۔ ☆ { كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللهِ-الآية} ۔ بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہو گئے۔ ☆ {حَتَّى نَرَى اللهَ جَهْرَةً} ۔ جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں۔ ☆ {كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللهِ} ۔ کھاؤ اور پیو خدا کا دیا ☆ {وَبَآؤُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ} ۔ اور خدا کے غضب میں لوٹے ☆ {إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ} ۔ خدا تمہیں حکم دیتا ہے۔ ☆ {أَعُوذُ بِاللهِ} ۔ خدا کی

پناہ۔☆ {ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللہِ}۔ یہ خدا کے پاس سے ہے۔☆ {فَثَمَّ وَجْهُ اللہِ}۔ ادھر وجہ اللہ خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے"۔ تو حضرت نے اس کا جواب اپنے ان جملوں میں عطا فرمایا ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں: خدا اور اللہ الفاظ مترادفہ ہیں اور دونوں اللہ تعالیٰ کے علم ذات ہیں جن کا اطلاق غیر باری تعالیٰ پر جائز نہیں۔ غیاث اللغات میں ہے: "اللہ در لغت بمعنی معبود برحق و در اصطلاح "علم للذات الواجب الوجود المستجمع بجمیع الصفات" اللہ لغت میں معبود برحق کے معنیٰ میں ہے اور اصطلاح میں ذات واجب الوجود جامع جملہ صفات کا علم ہے۔ کفایہ میں ہے: "اذلا یطلق علی غیرہ لا حقیقۃً ولا مجازاً" اسم جلالت کا اطلاق اللہ کے سوا کسی پر نہیں ہوتا نہ حقیقۃً نہ مجازاً۔ نیز غیاث اللغات میں ہے: "چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالیٰ اطلاق نہ کنند" جب لفظ خدا مضاف نہیں ہوتا تو اس کا اطلاق ذات باری تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں کرتے۔ اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ: "من خدا یم" کہنا کفر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ولو قال من خدا یم علی وجه المزاح یعنی خود آیم فقد کفر کذا فی التتارخانیه" اگر دل لگی کے طور پر فارسی میں کہے "من خود آیم" تو وہ کافر ہو جائے گا۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ عجم میں لفظ خدا ذات باری تعالیٰ کے لئے خاص ہے جس طرح لفظ اللہ عربیت میں علم ذات اقدس ہے۔ اسی لئے لفظ اللہ وخدا دونوں کا استعمال فارسی واردو میں ایک دوسرے کی جگہ پر شائع وذائع ہے چنانچہ خدا بولتے ہیں اور اللہ مراد لیتے ہیں اور اللہ بولتے ہیں اور خدا جانتے مانتے سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے رسول اللہ کا ترجمہ رسول خدا جا بجا کیا ہے تو لامحالہ لفظ خدا اسم جلالت (اللہ) کے مرادف ہوا اسی لئے علمائے اعلام نے بلانکیر لفظ خدا کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر جائز فرمایا اور اسے ذات اللہ کا علم مانا۔ شرح المقاصد للعلامۃ التفتازانی میں ہے: "قالوا اھل کل لغۃٍ یسمونه باسمٍ مختص بلغتھم کقولھم خدای وشاع ذٰلك و ذاع من غیر نکیرٍ کان اجماعاً قلنا کفی بالاجماع دلیلاً علی الاذن الشرعی وھذا ما یقال انه لا خلاف فیما یرادف الاسماء الواردة فی الشرع" ہر زبان والے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں جو ان کی لغت میں ہے ان کے لئے مخصوص ہے جیسے عجمیوں کا قول خدا اور یہ بلانکیر شائع وذائع ہے تو اجماع اذن شرعی پر دلیل

کافی ہے اور یہ وہی بات ہے جو کہی جاتی ہیکہ علماء کا ان اسمائے وارده کے مرادف ہونے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔اور جب لفظ خدا اسم جلالت کا مرادف ہے اور بالاتفاق ذات باری تعالیٰ کا علم ذات ہے تو اللہ کا ترجمہ خدا کرنا صحیح ودرست ہے اور اعتراض ساقط۔واللہ تعالیٰ اعلم جواب پہ غور فرمائیں حضرت نے چھ حوالے صرف اس کے ثبوت میں دئے کہ ”اللہ“اور”خدا“ کا استعمال ذات باری تعالی کے لئے بکثرت شائع اور ذائع ہے ہمارے اسلاف نے استعمال بھی کیا ہے اور استعمال کے جواز کا قول بھی کیا ہے اور ثابت کردیا کہ صرف امام اہل سنت نے ہی استعمال نہیں کیا ہے بلکہ ہندوستان کے متفقہ شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے رسول اللہ کا ترجمہ جا بجا رسول خدا سے کیا ہے“۔ایک دوسری جگہ سائل نے سوال کیا کہ ہدایت صرف اللہ ہی دے سکتا ہے انبیاءورسول ہدایت نہیں دے سکتے انبیا ورسول کو اس کا اختیار نہیں جس کے جواب میں حضرت نے کیا فرمایا اور کیسے کیسے دلائل پیش فرمائے اس پر کہ ہدایت کی نسبت جب اللہ عزوجل کی طرف ہو تو کونسا معنی مراد ہے جو غیراللہ کے لئے نہیں اور کس معنی کے اعتبار سے انبیاء واولیا بھی ہادی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے سائل کا سوال سائل کی زبانی:”کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ:”ایک شخص جن کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے خطبہ جمعہ میں منبر شریف پر کھڑے ہو کر یہ کہے کہ انسان کو ہدایت دینا اور لینا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کے سوا کسی نبی یا ولی یا رسول کو نہیں ہے۔اور حضور اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہیں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں یوں فرماتے ہیں، کہتے ہیں، اللہ دیکھتے ہیں۔ایسے الفاظ استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیا ایسے شخص کو اپنا امام بنانا یا قاضئ شہر یا خطیب بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور ان کے جیسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث وفقہ کی روشنی میں مطمئن جواب دیں۔اب حضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیں: قرآن کریم میں دونوں طرح کی آیات ہیں ایک طرف حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے ارشاد ہوا: {إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ-الآیۃ} یعنی اے محبوب بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔یہاں سرکار ابد

قرار علیہ الصلاۃ والسلام سے ہدایت کی نفی بایں معنیٰ فرمائی گئی کہ قلوب میں ہدایت کو پیدا فرمانا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا کام نہیں ہے بلکہ خالق اہتداء اللہ تعالیٰ ہے اور دوسری طرف سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا: {وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ٥} یعنی بے شک اے محبوب تم سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرماتے ہو۔اور فرمایا: {وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُونَ بِأَمْرِنَا} اور ہم نے اس میں سے پیشوا کیا کہ ہمارے حکم سے ہدایت دیتے ہیں۔اور سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا: {وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ٥} اور ہر قوم کے ہادی ہو۔اور مومن قوم ،فرعون کا قول نقل فرمایا: {يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ٥} یعنی اے میری قوم میری پیروی کرو میں تمہیں راستی کے راستہ کی طرف ہدایت دوں گا۔ان آیات میں انبیاء واولیاء کی طرف ہدایت کی نسبت باعتبار دلالت ورہنمائی وبلحاظ مسببیت توفیق الٰہی ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا اطلاق کبھی توفیق ربانی پر ہوتا ہے اور اس معنیٰ میں ہدایت بے شک خدا کے ساتھ خاص ہے اور کبھی دلالت ورہنمائی اور دعوت الی الحق پر ہوتا ہے اور یہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیائے کرام کا وظیفہ ہے جو بارگاہ الوہیت سے انہیں تفویض ہوا ہے۔

مجمع البحار میں ہے: ''ان الهدى هدى محمد.... وفسر الفتح بالطريق، والضم بالدلالة والارشاد وهو الذى يضاف الى الرسل والقرآن وباللطف والتوفيق وهو الذى تفرد به الله تعالىٰ'' ملتقطاً اور ہدایت بایں معنیٰ اس ہدایت کے لئے موقوف علیہ اور سبب ہے جو توفیق الٰہی سے عبارت ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔لہٰذا یہ پہلی اس دوسری کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔مفردات راغب میں ہے: ''الهداية التى جعل للناس بدعائه اياهم على السنة الانبياء وانزال القرآن ونحو ذلك وهو المقصود بقوله تعالى: وجعلنٰهم ائمة يهدون بامرنا [الانبیاء/۷۳] الثالث۔ التوفيق الذى يختص به من اهتدى وهو المعنىٰ بقوله تعالى: والذين اهتدوا زادهم هدى (محمد/۱۷) وقوله: ومن يؤمن بالله يهد قلبه (التغابن/۱۱) وقوله: ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات يهديهم ربهم بايمانهم (یونس/۹) وقوله: والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا (العنکبوت/ ۶۹) ويزيد الله الذين اهتدو هدى (مریم/۷۶) فهدى الله الذين آمنوا (البقرۃ/ ۲۱۳) والله يهدى من

يشاء الیٰ صراط مستقیم (البقرة/ ۲۱۳) الرابع۔ الهداية فی الآخرة الیٰ الجنة التی بقوله: سیهدیهم ویصلح بالهم (محمد/ ۵) ونزعناما فی صدورهم من غل (الاعراف/ ۴۳) الیٰ قوله: الحمدلله الذی هدانا لهٰذا ۔ وهٰذه الهدايات الاربع مترتبة فان لم تحصل له الاولیٰ لا تحصل لهٗ الثانية بل لا يصح تکلیفه ومن لم تحصل له الثانية لا تحصل له الثالثة والرابعة ومن حصل له الرابع فقد حصل له الثلاث التی قبلها ومن حصل له الثالث فقد حصل له اللذان قبله ثم ینعکس فقد تحصل الاولیٰ ولا یحصل له الثانی ولا یحصل الثالث والانسان لا یقدر ان یهدی احدا الا بالدعاء وتعريف الطرق دون سائر انواع الهدايات والیٰ الاوّل اشار بقوله: وانك لتهدی الیٰ صراط مستقیم (الشوریٰ/ ۵۲) یهدون بأمرنا (السجدة/ ۲۴) ولکل قوم هاد (الرعد/ ۷) أی داع: والیٰ سائر الهدايات اشار بقوله تعالیٰ: انك لا تهدی من احببت (القصص/ ۵۶)'' اور جب ہدایت بمعنیٰ توفیق الٰہی پر انبیاء واولیاء کی ہدایت ودلالت مرتب اور اس پر موقوف ہے تو یہ اعتقاد لازم ہے کہ انبیاء خصوصا سید الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء اور اولیائے ہادیان دین مبین مرشدان راہ خدا وسیلۂ توفیق وذریعۂ جنت ،جنکی عنایت اپنے پیروکاروں کو کسی حال میں بے سہارا انہیں چھوڑتی بلکہ نزع وسوال قبر وحشر ونشر اور ہر مرحلہ دنیا وآخرت انہیں کی ہدایت ان کے کام آتی ہے۔میزان امام شعرانی میں ہے:''وقد ذکرنا فی کتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء و الصوفية ان ائمة الفقهاء والصوفية کلهم یشفعون فی مقلدیهم ویلاحظون احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منکر ونکیر له وعند النشر والحشر والحساب و المیزان والصراط و لا یغفلون عنهم فی موقف من المواقف۔ واذا کان مشایخ الصوفية یلاحظون اتباعهم ومریدیهم فی جمیع الاهوال والشدائد فی الدنیا و الآخرة فکیف بأئمة المذاهب الذین هم اوتادالارض وارکان الدین وامناء الشارع علی امته رضی الله عنهم اجمعین-اھ'' ملخصاً اور اسی سے پورے قرآن پر ایمان حاصل اور جو یہ نہ مانے وہ: {أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ} تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ (کنزالایمان) کا مصداق ہو کر

مکذبِ قرآن ہے اور بے دین وگمراہ ہے اور اللہ کے لئے جمع کا صیغہ بولنا وہابیہ کی خاص عادت ہے اس شخص پر توبہ اور وہابیہ ودیابنہ کے عقائد سے تبری اور ان کی تکفیر فرض ہے ورنہ وہ امام و خطیب ہونا درکنار مسلمانوں سے دُور رہنے کے لائق بلکہ اس سے اجتناب اشد ضروری ہے۔

مذکورہ فتوی پڑھ کر دیکھیں آپ نے صرف ہدایت کے معنی پر اور نسبت الی اللہ والی غیر اللہ کی صورت میں کون سا معنی لیا جائے گا اور ہدایت کی نسبت کس طرح غیر اللہ کی طرف درست ہوگی اور استعمال کرنا درست ہے یا نہیں کتنے استعمالات کو نقل کیا ہے ملاحظہ کریں قرآن عظیم کی کتنی آیتیں پیش کی گئیں ہیں پہلے پانچ آیتوں سے استدلال پھر مجمع البحار اور مفردات امام راغب اصفہانی کی تفسیر سے جس میں تقریباً چودہ پندرہ آیتوں سے استدلال ہے اور ہدایت کے معانی کی تعیین اور تطبیق بھی ساتھ ساتھ موجود ہے اندازہ لگائیں حضرت کا مطالعہ کس قدر وسیع ہے۔

ایک سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے تعلق سے آیا کہ والد کا نام آزر تھا یا تارح اور متضاد عبارتیں پیش کی گئیں ایسی کہ کسی عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والد کا نام آزر ہے اور کسی عبارت سے ثابت ہوتا ہے تارح تھا اور کچھ عبارتیں ایسی بھی پیش کی گئیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس کا نام آزر تھا اسی کا نام تارح تھا الغرض مختلف عبارتیں پیش کی گئیں مختلف عنوان کی اور ایسے میں کسی ایک موقف کو وہ بھی جو حق بجانب ہے ثابت کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ اہل علم پر روز روشن کی طرح واضح ہے لیکن حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا تبحر علمی ہی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے جو آپ نے اپنے جد اعلی امام اہل سنت قطب الارشاد سیدی سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے تحقیقات اور علوم سے استفادہ کرتے ہوئے ایسا مسکت جواب قلمبند فرمایا کہ بڑے بڑوں نے اپنی تحقیقات سے رجوع کرلیا مجھے آج بھی یاد ہے کہ ایک ازہری صاحب نے اپنے ایک مضمون میں جامعہ ازہر کے بڑے عالم شیخ ازہر کی تحقیقات سے متاثر ہوکر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم کی کوئی اصل نہیں اور یہ موضوع ہے باطل ہے (جب کہ صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے رزین کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے) پس وہ رسالہ جس میں یہ مضمون چھپا تھا حضرت

www.muftiakhtarrazakhan.com

کی بارگاہ میں پیش کیا گیا اور وہ مضمون پڑھ کر سنایا گیا تو حضرت نے فوراًلا الہ الا اللہ پڑھا اوراس کا جواب لکھوانا شروع کیا الغرض وہ رسالہ مدلل، مبرہن ومفصل پایۂ تکمیل کو پہونچا جس میں حضرت نے دلائل کے انبار سے ثابت کیا کہ اصحابی کالنجوم الخ حدیث ثابت ہے باطل نہیں ہے اور جنھوں نے باطل قرار دیا تھا اسکا حسن اسلوبی کے ساتھ رد بلیغ فرمایا اور اپنے رسالے کا نام الصحابۃ نجوم الاہتدار رکھا اور دوسرا رسالہ آپ نے اس عنوان سے تحریر فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد تارح ہیں آزر نہیں اور اس کا نام رکھا التحقیق ان ابا ابراھیم تارح لا آزر اور ان دونوں عنوان پر شیخ ازہر کی تحقیق الگ تھی جب یہ دونوں رسالے جامعۃ الرضا کے ایک طالب علم کے ذریعہ شیخ ازہر کو پیش کئے گئے اور شیخ ازہر نے اس کا مطالعہ کیا تو بہت خوش ہوے اور حضرت سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور بے تابی کا یہ عالم کہ دعوت دے کر حضرت کو ازہر بلایا اور تبادلۂ خیال کے بعد اپنے دونوں موقف سے رجوع کیا اور حضرت کی جو عزت افزائی کی وہ دنیا پر واضح ہے۔ رسالہ لکھنے سے غالبا پہلے ہی حضرت سے سوال ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے یا تارح یا دونوں کسی ایک ہی شخص کے نام ہیں اس کا جو جواب حضرت نے عنایت فرمایا ملاحظہ فرمائیں اور اور حضرت کے انداز استدلال اور استدلال میں حوالہ جات کی کثرت اور تحقیقات انیقہ سے تبحر علمی کا اندازہ لگائیں۔

محققین علمائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ حضور پُر نور شفیع المذنبین سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تمام آبائے کرام وامہات کریمات سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ تک سب موحد تھے، ان میں کوئی کافر نہ تھا اور اس پر آیت کریمہ: {الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ٥ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ٥} یعنی جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم قیام فرماتے ہو اور مومنوں کے اصلاب میں تمہارے دورہ کو دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکی تفسیر میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”من اب بعد اب الی ان جعلك نبيا و كان نور النبوۃ ظاهرا فی آبائه“ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے پاک پشتوں میں دورہ کو اور ایک پدر کی پشت سے دوسرے پدر کی پشت میں منتقل ہوتا دیکھتا ہے یہاں تک کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر پیدا کیا تو نبوت کا نور آپ کے آبائے کرام میں ظاہر تھا۔ یہ تفسیر امام ابوالحسن ماوردی نے سیدنا

عبداللہ ابن عباس سے نقل فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف مسالك الحنفا میں ان سے نقل فرما کر اسے مقرر رکھا اور اس خصوص میں امام جلال الدین سیوطی نے چند رسالے تحریر فرمائے جس کا خلاصہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام تصنیف لطیف سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ میں ہے فلیراجع۔ اور آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، ان کے والد کا نام تارح تھا اور آزر آپ کے چچا کا نام ہے جو کافر تھا۔ یہی مسلک بکثرت نسابین (یعنی وہ لوگ جو شجرہ نسب بیان کرتے ہیں) کا ہے اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ اسی مسالک الحنفا میں امام سیوطی فرماتے ہیں: "ھٰذا القول اعنی ان آزر لیس ابا ابراھیم ورد عن جماعة من السلف اخرج ابن ابی حاتم بسند ضعیف عن ابن عباس فی قوله {وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ} [الانعام۔۷۴] قال: ان ابا ابرھیم لم یکن اسمه آزر وانما کان تارح" یعنی یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ایک جماعت سلف سے وارد ہوا ابن حاتم نے بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: {وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ} کی تفسیر میں روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا، ان کے باپ کا نام تارح تھا۔ اسی میں مجاہد سے ہے: "لیس آزر ابا ابراھیم" آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام نہ تھا۔ اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر ہے کہ ابن جریج نے فرمایا: "لیس آزر بابیه انما ھو ابراھیم بن تیرح او تارح بن شاروخ بن ناحور بن فالخ، اسی میں سدی سے بسند صحیح بطریق ابن ابی حاتم مروی ہوا: "انه قیل له اسم ابی ابراھیم آزر؟ فقال بل اسمه تارح" یعنی سدی سے کہا گیا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے، انہوں نے فرمایا بلکہ ان کے والد کا نام تارح ہے اور اسی مسلک کی توجیہ باعتبار لغت یوں ہے کہ لفظ اب کا اطلاق چچا پر شائع وذائع ہے اور اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود ہے۔ قال تعالیٰ: {أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ} کیا تم اس وقت حاضر تھے جب (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کی وفات کا وقت تھا، جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد تم کسے

پوجوگے تو بولے ہم آپ کے خدا اور آپ کے آبائے کرام ابراہیم واسماعیل واسحاق (علیہم السلام) کے خدا کو پوجیں گے۔ آیت کریمہ میں اسماعیل علیہ السلام کو اب (باپ) فرمایا حالانکہ وہ چچا ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے ایک اثر سے ثابت فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہی تھا جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائے مغفرت فرمائی تھی پھر جب آپ کو اس کا حال روشن ہوا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔ چنانچہ اسی مسالک الحنفا میں ہے: "ویرشحہ ایضا ما اخرجہ ابن المنذر فی " تفسیرہ" بسند صحیح عن سلیمان بن صرد قال: لما ارادوا ان یلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتیٰ ان کانت العجوز لتجمع الحطب فلما ان ارادوا ان یلقوہ فی النار قال: حسبی اللہ ونعم الوکیل فلما القوہ قال اللہ: ﴿یَا نَارُ كُونِي بَرْداً وَسَلَاماً عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانبیاء ۶۹] فقال عم ابراھیم: من اجلی دفع عنہ فارسل اللہ علیہ شرارۃ من النار فوقعت علی قدمہ فاحرقتہ۔ فقد صرح فی ھٰذا الاثر بعم ابراھیم وفیہ فائدۃ اخریٰ وھو انہ ھلک فی ایام القاء ابراھیم فی النار وقد اخبر اللہ سبحانہ وتعالی فی القرآن بان ابراھیم ترک الاستغفار لہ لما تبین لہ انہ عدو اللہ وورد ت الآثار بان ذلک تبیین لہ لما مات مشرکا وانہ لم یستغفر لہ بعد ذالک" خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ اس قول کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سلیمان بن صرد سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا جب کافروں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک کہ بوڑھی عورت بھی لکڑی اکٹھا کرتی تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا آپ نے حسبی اللہ ونعم الوکیل فرمایا یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے پھر جب آپ کو آگ میں ڈالدیا تو اللہ نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے بچا لیا تو اللہ نے آگ کا ایک شرارہ بھیجا جو اس کے پیر پر پڑا تو اسے جلا ڈالا تو اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آئی اور اس میں ایک دوسرا فائدہ ہے وہ یہ کہ آپ کا چچا اس زمانہ میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لئے دعائے

مغفرت ترک فرمادی تھی جب انہیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا اور روایتوں میں آیا ہے کہ اس کا حال ان کو اس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا اور انہوں نے اس کے لئے اس کے بعد دعائے مغفرت نہ کی۔اسی میں ہے: "فاستغفر لوالديه وذالك بعد هلاك عمه بمدة طويلة فيستنبط من هٰذا ان الذى ذكر فى القرآن بالكفر والتبرى من الاستغفار له هو عمه لا ابوه الحقيقى. فللّٰه الحمد على ما الهم" اور اپنے چچا کی وفات کے طویل عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لئے دعائے مغفرت سے تبری کا ذکر آیا، وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور ان کے پدر حقیقی نہ تھے۔رہی مفردات کی عبارت تو وہ قیل سے شروع ہے اور قیل سے قول ضعیف کو تعبیر کرتے ہیں اور کبھی مجرد قول کی حکایت مقصود ہوتی ہے مگر غالبا ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے تو باعتبار غالب امام راغب کے نزدیک بھی یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے اور علی الاقل احتمال تو ہے اور محتمل کو مستدل بنانا صحیح نہیں۔اور ابن کثیر کی عبارت جو یہاں تحریر ہوئی اسی تفسیر ابن کثیر میں اس سے پہلے یوں تحریر فرمایا: قال الضحاك عن ابن عباس ان ابا ابراهم لم يكن اسمه آزر وانما كان اسمه تارح رواه ابن ابى حاتم وقال ايضا حدثنا احمد بن عمرو بن ابى عاصم النبيل حدثنا ابو عاصم النبيل حدثنا ابى حدثنا ابو عاصم شبيب عن ابن عباس فى قوله {وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ} يعنى بآزر الصنم وابو ابراهيم اسمه تارح وامه اسمها مثانى وامراته اسمها سارة وام اسماعيل اسمها هاجرة وهى سرية ابراهيم وهٰكذا قال غير واحد من علماء النسب ان اسمه تارح خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آزر کی تفسیر میں ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا اور ضحاک ہی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے آزر کی تفسیر میں روایت کی کہ انہوں نے فرمایا آزر صنم کا نام ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا اور ماں کا نام مثانی اور بیوی کا نام سارہ تھا اور آپ کی کنیز ام اسماعیل کا نام ہاجرہ ہے اور اسی طرح بہت سے علمائے نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح ہے۔تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر علماء

کے مقابل تنہا ابن جریر علیہ الرحمہ یا ابن کثیر کا قول کیونکر لائق تسلیم ہے اور اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی علیہ الرحمہ سے ہو گیا۔ پھر خود اسی اتقان میں ہے: "ولوالدی اسم ابیہ تارح وقیل آزر وقیل یازر واسم امہ مثانی وقیل نوفا وقیل لیوثا" یعنی ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا اسی لئے اسے مقدم کیا اور آزر کو قیل (کہ مشعر ضعف ہے) سے تعبیر کیا۔ یہاں سے ظاہر کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو ونسیان کا نتیجہ ہے۔ زید کے جوابوں کا جواب ہمارے اس فتویٰ سے ظاہر ہو گیا اور زید اگر دانستہ معاند نہیں نہ مرض قلب کا شکار تو اسے گمراہ کہنا صحیح نہیں البتہ اتباع جمہور محققین کا ضرور تارک ہے اور خاطی ہے اور اس کے قول سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی طرف کفر کی نسبت لازم آتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبائے کرام میں ہیں تو یہ بات حضور علیہ السلام کے لئے مظنۂ اذیت ہے اور ان کی اذیت عذاب الیم کی موجب ہے۔ قال تعالی: {إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ-الآية} بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ (کنز الایمان) اسی لئے علما نے ابوین کریمین میں سے کسی ایک کی نسبت یہ کہنے کی ممانعت فرمائی کہ وہ جہنم میں ہیں۔ اسی مسالک الحنفا میں ہے: "قال السهيلي في الروض الانف بعد ايراده حديث مسلم: وليس لنا نحن ان نقول ذالك في ابويه صلى الله عليه وسلم لقوله لا تؤذوا الاحياء بسبب الاموات وقال تعالى {إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ-الآية} وسئل القاضي ابو بكر بن العربي احد ائمة المالكية عن رجل قال ان ابا النبي صلى الله عليه وسلم في النار؟ فاجاب بان من قال ذالك فهو ملعون لقوله تعالى {إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ} وقال ولا اذى اعظم من ان يقال عن ابيه انه في النار-الخ"۔ لہٰذا اس بات سے احتراز ضرور جو حضور علیہ السلام کے لئے اذیت کا سبب ہو۔ یہاں سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے آبائے کرام کا حال معلوم ہوا اور وہ یہ کہ وہ سب کے سب مؤحد تھے، حاشاللہ! ان میں کوئی کافر نہ تھا اور دیگر انبیائے کرام کے والدین کے متعلق تصریح نظر سے نہ گزری اور ان کے مقام رفیع

کے شایان یہی ہے کہ ان کا نسب نجاست کفر سے پاک ہو۔ چنانچہ علامہ ابوالحسن ماوردی سے امام سیوطی ناقل ہیں: ”لما کان انبیاء اللہ صفوۃ عبادہ وخیرۃ خلقہ لما کلفھم من القیام بحقہ والارشاد لخلقہ استخلصھم من اکرم العناصر واجتباھم بمحکم الاواصر فلم یمکن لنسبھم من قدح و لمنصبھم من جرح-الخ“ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام کا نسب بھی نجاست کفر سے پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سائل نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف الاتقان کے حوالے سے لکھا تھا کہ آزر اور تارح ایک ہی ذات کا نام ہے آپ جواب پڑھ کر دیکھیں امام سیوطی ہی کی کتاب مسالک الحنفاء کی بیشتر عبارتوں سے ثابت فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح تھا آزر نہیں اور اس کے علاوہ تفسیر کی کئی کتاب سے بھی ثابت فرمایا اور اس کا رد فرمانے کے بعد آپ فرماتے ہیں: اور اسی طرح بہت سے علمائے نسب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر علماء کے مقابل تنہا ابن جریر علیہ الرحمہ یا ابن کثیر کا قول کیونکر لائق تسلیم ہے اور اتقان کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام سیوطی علیہ الرحمہ سے ہو گیا۔ لیکن اتقان میں جو ایک جگہ متضاد عبارت آ گئی اس کا جواب رہ گیا تھا تو آپ نے فرمایا: یہاں سے ظاہر کہ اتقان کی وہ عبارت جو اس تصریح کے خلاف ہے ناسخ کی طرف سے زلت قلم یا سہو ونسیان کا نتیجہ ہے۔ پھر سائل نے جس قائل کا قول استفتا میں نقل کیا تھا اس قائل کے لئے ارشاد فرماتے ہیں: زید کے جوابوں کا جواب ہمارے اس فتویٰ سے ظاہر ہو گیا اور زید اگر دانستہ معاند نہیں نہ مرض قلب کا شکار تو اسے گمراہ کہنا صحیح نہیں البتہ اتباع جمہور محققین کا ضرور تارک ہے اور خاطی ہے۔ تفسیر و حدیث اور اس قدر فقہی مراجع کی کثرت علم عطائی ہی کا ثمرہ کہا جا سکتا ہے جو آپ کو آپ کے مورث اعلی سیدی سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے علمی فیضان اور برکت سے ملا ہے ورنہ محنت اور کسب سے تو تقریبا ناممکن ہے۔

ایک سوال سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے معراج کے تعلق سے آیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ سرکار نے رب کو نہیں دیکھا اور استدلال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت کا حوالہ دیا اور قرآن کی آیت قاب قوسین او ادنی کی تفسیر یہ کرتا ہے کہ {قَابَ قَوْسَیْنِ

﴿أَوْ أَدْنَىٰ ۝﴾ کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ جبریل اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان دو قوس کا فاصلہ رہا۔لیکن جب کہا گیا کہ نہیں بلکہ ترجمہ یہ ہے کہ رب کے جلوے اور سرکار کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم ،تو وہ شخص کہتا ہے کہ اس سے تو رب کا محدود ہونا لازم آیاالغرض وہ معراج کا منکر ہے،تو حضرت نے جو جواب تحریر فرمایا اسے ملاحظہ کریں حضرت فرماتے ہیں: یہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہ ہے اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو شب معراج سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ ازانجملہ حضرت انس بن مالک، حسن وعکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں ۔شفاوتفسیر خازن میں ہے: واللفظ للخازن: ”ذھب جماعۃ الیٰ انہ رأہ بعینہ حقیقۃ قالوا رأی محمد ربہ عزوجل“ ملخصاً اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس باب میں روایات متعدد آئیں چنانچہ روایت عکرمہ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خلت سے اور موسیٰ کو اپنے کلام سے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اپنی رؤیت سے نوازا۔ اور انہیں سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں: کہ اے لوگو کیا تمہیں تعجب ہے اس پر کہ خلت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور کلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور رؤیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ امام نووی نے ”تبعا لصاحب التحریر اس حدیث کو اقوی الحجج“ کہا۔ نیز عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال ہوا کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا فرمایا ہاں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مراجعت اور مراسلت اس باب میں فرمائی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں خبر دی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور حضرت حسن بقسم بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا۔ نیز حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت وکلام کو حضرت موسی وحضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم میں تقسیم فرمایا تو موسی علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام فرمایا اور حضور علیہ السلام کو دوبار اپنا دیدار کرایا۔ نیز امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: کہ آپ سے جب یہ امر دریافت ہوا تو فرمایا: حضور نے رب کو دیکھا

دیکھا دیکھا یہاں تک کہ آپ کی سانس ٹوٹ گئی ۔ رہا حضرت عائشہ کا انکار تو وہ بر بنائے اجتہاد واستنباط ہے نہ بر بنائے روایت اور یہ روایات حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سماع وتلقی پر محمول ہیں کہ رؤیت خداوندی کی حکایت ایسی بات نہیں کہ قیاس سے کہہ دی جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے یہ قول اپنی رائے وگمان سے کہہ دیا ہوگا بلکہ لامحالہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سنا ہوگا تو ان کا یہ قول حدیث مرفوع ومسند بہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم میں ہے اور حضرت عائشہ کے قول پر مقدم ہے لہٰذا اکثر علماء اہل سنت کے نزدیک راجح ومعتمد یہی ٹھہرا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنے رب کو بچشم سر لیلۃ الاسراء میں دیکھا۔ اسی خازن میں ہے: "روی عکرمۃ عن ابن عباس قال ان اللہ عزوجل اصطفیٰ ابراھیم بالخلۃ واصطفیٰ موسیٰ بالکلام واصطفیٰ محمد بالرؤیۃ وقال کعب ان اللہ قسم رؤیتہ و کلامہ بین محمد و موسیٰ فکلم موسیٰ مرتین ورأہ محمد مرتین" اسی میں ھے: "الحجج فی المسئلۃ وان کانت کثیرۃ ولٰکن لا تتمسک الا بالاقوی منہا وھو حدیث ابن عباس أتعجبون أن تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسی والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم اجمعین۔ وعن عکرمۃ قال سئل ابن عباس ھل رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ قال نعم ۔ وقد روی باسناد لا باس بہ عن شعبۃ عن قتادۃ عن انس قال رأی محمد ربہ عزوجل۔ وکان الحسن یحلف لقد رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل۔ والأصل فی المسئلۃ حدیث ابن عباس حبر ھٰذہ الامۃ وعالمہا والمرجوع الیہ فی المعضلات وقد راجعہ ابن عمر فی ھذہ المسئلۃ ھل رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل فاخبرہ انہ رأہ۔ ولایقدح فی ھٰذا حدیث عائشۃ لان عائشۃ لم تخبر أنہا سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لم أر ربی وانما ذکرت ما ذکرت متأولۃ لقولہ اللہ تعالیٰ: {وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْياً أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولاً} ولقولہ تعالیٰ: {لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ}۔ واذا قد صحت الروایات عن ابن عباس انہ تکلم فی ھٰذہ المسئلۃ باثبات الرؤیۃ وجب المصیر الی اثباتہا لانہا لیست مما یدرک

بالعقل ویؤخذ بالظن وانما یتلقی بالسمع ولا یستجیز احد ان یظن بابن عباس انہ تکلم فی ھٰذہ المسئلۃ بالظن والاجتہاد" ملخصاً۔ نیز شفا میں ہے: "حکی النقاش عن احمد بن حنبل انہ قال انا اقول بحدیث ابن عباس بعینہ رآہ رآہ حتیٰ انقطع نفسہ یعنی نفس احمد" اورآیت کا وہ ترجمہ جو سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا ہے وہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ہے اور جو فاصلہ آیت میں وارد ہوا وہ اپنے ظاہر پر نہیں ہے بلکہ حضور علیہ السلام کے نہایت قرب منزلت اور اللہ عزوجل کے بے غایت فضل وکرم پر محمول ہے۔ شفا شریف میں ہے: "قال الرازی وقال ابن عباس ھو محمد دنا فتدلیٰ من ربہ-الخ" اسی میں ہے: "ان ما وقع من اضافۃ الدنو والقرب ھنا من اللہ او الی اللہ فلیس بدنو مکان ولا قرب مدیً وانما دنو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ربہ وقربہ منہ ابانۃ عظیم منزلۃ وتشریف رتبۃ واشراق انوار معرفتہ ومشاھدۃ اسرار غیبہ وقدرتہ ومن اللہ تعالیٰ لہ مبرۃ وتانیس۔ وبسط واکرام" ملخصاً۔

بالجملہ اہل سنت کا معتقد و معتمد یہی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب کو شب معراج میں بچشم سر دیکھا اور نہایت قرب سے سرفراز ہوئے اور اس مسئلہ میں اب کسی سنی کا اختلاف نہیں تو اس کا مخالف فی زماننا وہابی، گمراہ، بے دین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رب کا دیدار کیا اس مسئلے کو حضرت نے تقریبا چودہ حوالہ جات سے مزین فرمایا جو تفسیر وحدیث اور اقوال علما وفقہا سے لئے گئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: رہا حضرت عائشہ کا انکار تو وہ بربنائے اجتہاد واستنباط ہے نہ بربنائے روایت اور یہ روایات حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سماع وتلقی پر محمول ہیں کہ رؤیت خداوندی کی حکایت ایسی بات نہیں کہ قیاس سے کہہ دی جائے۔ قاب قوسین اوادنی کے ترجمے میں جو کہا گیا کہ جبریل اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان دوقوس کا فاصلہ رہا اور سائل نے کہا کہ رب کے جلوے اور سرکار کے درمیان دوہاتھ کا فاصلہ رہا اس کی تائید میں حضرت نے فرمایا: آیت کا وہ ترجمہ جو سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا ہے وہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ہے اور جو فاصلہ آیت میں وارد ہوا وہ

اپنے ظاہر پر نہیں ہے بلکہ حضور علیہ السلام کے نہایت قرب منزلت اور اللہ عز وجل کے بے غایت فضل و کرم پر محمول ہے۔اس جواب سے وہ سوال ہی ختم ہو گیا کہ اعلی حضرت کے ترجمے سے اللہ کا محدود ہونا لازم آ رہا ہے۔ اور جو حضرت نے دعوی کیا کہ حضور علیہ السلام کے نہایت قرب منزلت اور اللہ عز وجل کے بے غایت فضل و کرم پر محمول ہے اسکو شفا شریف سے ثابت بھی کیا کہ شفا میں ہے:ان ما وقع من اضافة الدنو والقرب ھنا من اللہ او الی اللہ فلیس بدنو مکان ولا قرب مدیً وانما دنو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ربہ و قربہ منہ ابانة عظیم منزلة و تشریف رتبة واشراق انوار معرفتہ ومشاھدة اسرار غیبہ وقدرتہ ومن اللہ تعالیٰ لہ مبرة وتانیس۔وبسط واکرام۔

اسی طرح ایک سوال تقلید کے تعلق سے کچھ اس انداز میں کیا گیا کہ کوئی یہ کہے کہ چاروں اماموں مثلا امام اعظم، امام شافعی، امام حنبل اور امام مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ضرورت نہیں، ہم قرآن وحدیث خود سمجھیں گے، اماموں کی ضرورت نہیں ۔تو ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اماموں کی تقلید قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟ تو آپ نے آیت قرآنیہ، احادیث مقدسہ اور اقوال فقہا کی روشنی میں فقیہانہ جواب دیتے ہوے کچھ ایسے مسائل بھی انکی چند کتابوں سے جیسے فتح المغیث المعروف بہ طریقہ محمدیہ اور روضۂ ندیہ اور فتاوی ابراہیمیہ وغیرہا سے نقل فرمایا جس میں ان کی ایسی خباثت آشکار ہے جس کا قائل کوئی پڑھا لکھا تو درکنار کوئی عام مسلمان بھی نہیں ہو سکتا اور یہ سب تقلید نہ کرنے کا انجام ہے ملاحظہ فرمائیں حضرت کا شاندار جواب:ان کا قول باطل ہے اور بے تقلید چارہ کار نہیں ہے اور غیر مقلدین نے تقلید کا انکار کر کے ایسے مسائل گڑھے ہیں جن کا کوئی بھی مسلمان قائل نہیں ہے۔ چند مسائل حاضر مطالعہ ہیں۔”پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے“اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر لوٹے میں اپنا، یا کتے کا پیشاب یا دو تہائی ماشے نجاست پڑ جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ یہ تقلید نہ کرنے کا انجام ہے۔روضہ ندیہ کے ص ۲۳ ؍ پر یہ لکھ دیا ہے:”شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انہیں ناپاک بتائے، دلیل پیش کرے“ملخصاً۔ان کی کتاب فتح

المغیث ،ص ٦ ر میں ہے:'' کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر''۔یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجئے ، پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجئے ، وضو ہو گیا اگر چہ قرآن عظیم : {وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ} اپنے سر کا مسح کرو ،فرمائے یہ تقلید نہ کرنے کا انجام ہے۔ بلکہ فتاویٰ ابراہیمیہ ،ص ۲ ،مطبوعہ دھرم پرکاش ،الہ آباد میں ،وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کو فرض بتایا ہے۔اس مسئلہ میں وہ رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں کہ وہ صرف مسح کو جائز مانتے ہیں ۔اور فتح المغیث کے ص ۵ ر اور طریقۂ محمدیہ کے ص ۵ ر میں نجاست کو صرف سات چیزوں میں منحصر کر دیا ہے۔ باقی کو اصل اشیاء میں طہارت پر جاری کیا ہے جب تک نقل خبر معارض وارد نہ ہو۔اس عبارت سے مرغی کا گوہ یا سور کا موت یا کتے کا پیشاب ان کے طور پر نجس نہیں ہے۔ یہ تقلید نہ کرنے کے سبب ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

یہاں تک انہیں کی چند عبارتیں پیش فرمائیں جن میں ان کی ایسی خباثت جھلکتی ہے جس کا قائل عام انسان بھی نہیں ہو سکتا اور ایک مسئلے میں تو رافضیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا جیسا کہ حضرت کے جواب میں ملاحظہ کیا گیا۔ پھر حضرت نے تقلید کے ثبوت پر قرآن وحدیث اور تفسیر کی کتابوں سے حوالہ جات پیش فرمائے ہیں: اور تقلید، قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مطلق تقلید کا حکم ان آیتوں میں دیا گیا ہے: {اِهۡدِنَــا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ} ہم کو سیدھا راستہ چلا، اُن کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔ دوسری آیت کریمہ: {أَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَأَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَأُوۡلِى الۡأَمۡرِ مِنۡكُمۡ} اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اور علم والوں کی جو تم میں سے ہوں ۔ یہاں اولی الامر سے علماء وائمۂ دین مراد ہیں ۔تیسری آیت میں ہے: {فَاسۡأَلُوۡا أَهۡلَ الذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝} تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں ۔ دارمی شریف باب الاقتداء بالعلماء میں ہے: ''اخبرنا یعلی حدثنا عبد الملك عن عطاء {أَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَأَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَأُوۡلِى الۡأَمۡرِ مِنۡكُمۡ} قال اولو العلم والفقه طاعة الرسول اتباع الكتاب والسنة'' یعنی خبر دی ہم کو یعلی نے انہوں نے کہا مجھ سے کہا عبد الملک نے انہوں نے عطاء سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں کی ، فرمایا عطاء نے کہ اولی الامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں ۔ اور تفسیر درمنثور میں آیت {فَاسۡأَلُوۡا أَهۡلَ الذِّكۡرِ} کی تفسیر میں ہے: ''اخرج ابن ابی

حاتم عن سعید بن جبیر ان الرجل لیصلی ویصوم ویحج ویعتمر وانہ لمنافق قیل یا رسول اللہ بماذا دخل علیہ النفاق؟ قال: یطعن علی امامہ وامامہ من قال اللہ فی کتابہ {فَاسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ}ابن ابی حاتم سعید ابن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج اور عمرہ کرتے ہیں حالانکہ وہ منافق ہیں، عرض کی گئی یا رسول اللہ! کس وجہ سے ان میں نفاق آ گیا؟ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے، امام کون ہے؟ فرمایا رب نے: {فَاسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ○} تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔اور قرآن عظیم میں ارشاد ہوا: {وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا○} ور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے، ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔اس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا برحق ہے اور تقلید پر ائمہ مذاہب کا اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے: "اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار" بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیٰحدہ رہا، وہ علیٰحدہ کر کے جہنم میں بھیجا جائیگا اور یہ بات ثابت ہے کہ سواد اعظم مسلمانوں کا وہی گروہ ہے جسے اہل سنت و جماعت کہتے ہیں وہ تقلید ائمہ کو ضروری جانتا ہے خواہ حنفی ہو یا شافعی یا حنبلی یا مالکی۔اس سبب سے علماء نے فرمایا کہ جو شخص ان سے علیٰحدہ ہوا، وہ گمراہ، بددین ہوا بلکہ بحکم فقہ کفار و مرتدین سے ہے۔اور جو شخص تقلید کو مطلقاً شرک ومنافی ایمان کہے وہ قرآن وحدیث و اجماع امت کا منکر ہے اور یہ کفر ہے۔کشف بزدوی میں ہے: "رجوع العامی الی قول المفتی وجب بالنص والاجماع" ملخصاً فصول البدائع میں ہے: "للعامی تقلید المجتہد فی فروع الشریعۃ" واللہ تعالیٰ اعلم۔دیکھا آپ نے تقلید کے ثبوت میں حضرت نے تقریباً چار آیتیں اور چار حدیثیں فقیہانہ انداز میں پیش فرما کر منکرین تقلید کا ردبلیغ فرمایا اور ثابت فرمایا کہ جو تقلید کو منافی ایمان کہے وہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کا منکر ہے اور یہ کفر ہے اور کشف بزدوی اور

فصول البدائع کی عبارت سے اپنے قول کی تائید فرمائی الغرض جو بھی حکم صادر فرمایا اسے دلائل سے مزین فرمایا جس سے فقاہت کا اعلی معیار ثابت ہوتا ہے۔تقلید ہی سے متعلق ایک سوال اس بابت کیا گیا کہ کوئی مقلد کبھی حنفی مذہب پر عمل کرے کبھی شافعی کبھی مالکی کبھی حنبلی مذہب پر اور اس کی وجہ یہ بتائے کے سارے مذاہب تو برابر ہیں کیونکہ یہ سب مذاہب تو سرکار کے زمانے میں تھے ہی نہیں تو کبھی حنفی کبھی شافعی کبھی مالکی کبھی حنبلی مذہب پر عمل کرنے میں کیا مضائقہ، توشرعاً ایسا کرنا کیا درست ہے اگر نہیں تو قائل پر کیا حکم عائد ہوگا، پھر سائل نے ایک گذارش کی اگر اس کا جواب عربی میں ہو سکے تو عربی ہی میں عنایت فرمائیں۔نہ جانے سائل کی منشاء کیا تھی خیر حضرت نے عربی زبان میں جو جواب نقل فرمایا ملاحظہ فرمائیں۔اس جواب کے نقل کرنے کا دو مقصد ہے ایک تو یہ کہ ابتدائے مضمون میں اسکا دعوی کیا گیا ہے اور عربی فتوی نقل کرنے کا وعدہ دوسری وجہ حضرت کی تفقہ میں گہرائی، گیرائی اور تحقیقی پہلو کو اجاگر کرنا اور ثابت کرنا کہ حضرت کو استحضار جزئیات پر کتنا عبور ہے اور کثرت حوالہ جات میں فقہائے کرام خاص کر اعلی حضرت کے مشن پر کس قدر قائم ہیں۔حضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیں:ان کان ذالك الشافعی یعمل فی مسئلة بمذهبه وفی اخرىٰ بمذهبنا الحنفية او بآخر .فان فعل ذالك باحد الشروط الثلاثة .احدها: ان یترجح له بالنظر فی دلائل الکتاب والسنة فی خصوص تلك المسئلة المذهب الحنفی. والثانی:ان یکون مبتلی فیها بالعمل بمذهبنا بحیث لایکون له من محیص.والثالث: ان یکون رجلا من اهل التقوىٰ ویرید ان یأخذ نفسه بالحیطة وهی انما توجد فی تلك المسئلة خاصة عند الحنفیة .وفوق ذالك شرط آخر وهو ان لا یؤدی ذٰلك الی التلفیق بان تحصل علی المذهبین.صورة لا تصح فی ایما مذهب كأن لا یرىٰ النقض بالقصد ویصلی خلف امام من غیر قراءة للفاتحة فالوضوء باطل فی المذهب الحنفی والصلوٰة باطلة فی المذهب الشافعی فان فعل ذالك باحد الشروط المذكورة والا فلا یجوز لانه تلاعب بالدین.ومعنی التلفیق أن یعمل فی عبادة واحدة علی مذهبین وهذا باطل باجماع جمیع العلماء .فقد قال فی الدر المختار:"وان الحکم الملفق باطل بالاجماع"۔ كذا فی الفتاوىٰ العزیزیة مترجما

بتصرف۔قلت وباللہ التوفیق۔اذا امعنت النظر فیماذ کر من الشروط علمت ان ھٰذا لایجوز لطبقۃ الناس وانما یجوز لطائفۃ وقلیل ماھم دون العامی الذی لیس من اھل الترجیح ولا مبتلی بالعمل بغیر مذھبہ ولا ممن یأخذ نفسہ بالحیطۃ انما یلزمہ تقلید معین ولیس لہ ان یقلد فی مسئلۃٍ ھٰذا وفی اخریٰ ذاک ھٰذا ھو المختار الذی تظافرت علیہ اقوال العلماء من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم وسنوافیک ببعضھا عما قلیل ان شاء اللہ تعالیٰ علی ان من العلماء من ضیق العطن واخذ بالتقلید فی کل مسئلۃ ومنع التحول الی غیر مذھبہ ولو فی مسئلۃ واحدۃ حتیٰ ما یترجح لہ مذھب غیرہ۔ کہٰذا ھو الملا احمد جیون فی تفسیرہ قائلا:"وکما انہ لایجوز الانتقال من مذھب الی مذھب آخر کذالک لایجوز ان یعمل فی مسئلۃ علیٰ مذھب وفی اخری علی آخر لان العامی لاوجہ لہ فی ھٰذا الباب واما العالم فالظاھر ان لاوجہ لہ الیہ الا العلم بان الامام الفلانی قد اخطأ فی المسئلۃ الفلانیۃ واصاب فی الفلانیۃ و الامام الفلانی علی عکس ھٰذا کما ان یقرأ الحنفی الفاتحۃ عقیب الامام فانہ لا یجوز ان اعتقد انہ قد اصاب الشافعی فی ذالک بخلاف ابی حنیفۃ فانہ باطل بالضرورۃ وان ظن ان دلیل الشافعی وھو قولہ علیہ السلام لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب"صریح فی ھٰذا المعنیٰ فذالک موقوف علی معرفۃ ھٰذا الحدیث ومعرفۃ ھذا الحدیث ومعرفۃ الحجج لابی حنیفۃ ومعرفۃ انہ لا حجۃ اسبق من ھٰذا وامثالہ وذالک مما ھو لیس من شان المقلد لان کل احد ینصب علی طبق مذھبہ دلائل وشواھد ولکل وجھۃ ھو مولیھا وفوق کل ذی علم علیم اھ"بحروفہ۔قلت ایضا مامر فی الشرط الثالث من ان یکون رجلا من اھل التقویٰ ویرید ان یأخذ نفسہ بالحیطۃ الخ۔قیدہ فی التفسیر الاحمدی بما اذا امکن التطبیق قال:

غایۃ مافی الباب ان یعمل الصوفی بالاحوط مساغا لدفع الحرج وذالک فیما امکن التطبیق مثل ان لایاکل الحنفیۃ الارنب احتیاطا فانہ یجوز اذا بوحنیفۃ یبیحھا ولایوجبھا والشافعی ینکر اباحتھا فانہ لولم یاکل یکون عملا علی کلا المذھبین

www.muftiakhtarrazakhan.com

وان اکل یحتمل ان یقع فی الحرام ویخالف مذہب الشافعی بخلاف ما اذا لم یمکن التطبیق کما فی قرأۃ الفاتحۃ فان الشافعی یوجبہا وابوحنیفۃ یحرمہا فانہ لایجوز للحنفی العمل علی مذہب الشافعی من حیث انہ مذہب الشافعی وان کان یجوز من حیث ان محمدا استحسنہ لما عرفت اہ۔ وھٰذا کلام صالح ینبغی الاخذ بہ فالمتقی انما یجوز لہ العمل بغیر مذہبہ اذا امکن التطبیق والا فالحق ان یعمل بمذہبہ قال العلامۃ الملا علی القاری رحمہ اللہ۔

"بل یجب علی العامی حتماً ان یعین مذہبا من ھٰذہ المذاہب۔ اما مذہب الشافعی رضی اللہ عنہ فی جمیع الوقائع والفروع و اما مذہب مالك او مذہب ابی حنیفۃ او غیرہم" ولیس لہ ان ینتحل من مذہب الشافعی فی البعض ما یہواہ ومن مذہب غیرہ فی الباقی ما یرضاہ لانا لوجوزنا ذلك لادی الی الخبط والخروج عن الضبط وحاصلہ یرجع الی تعیین التکلیف لان مذہب الشافعی اذا اقتضی تحریم شیء ومذہب غیرہ اباحۃ ذلك الشیء بعینہ او علی العکس فہو ان شاء مال الی الحلال وان شاء مال الی الحرام فلا یتحقق الحل والحرمۃ وذالك باطل بالاجماع لان حفظ الدین واجب وذالك لا یحصل الا بہ فیکون واجبا لان مقدمۃ الواجب واجب بالاجماع فثبت ان تقلید المذہب الواحد واجب لان مقدمۃ الواجب واجب اہ۔ کذا نقل عنہ رحمہ اللہ فی الفتح المبین۔ قلت قولہ بل یجب حتما ان یعین مذہبا من ھٰذہ المذاہب الخ۔ ای من ھٰذہ المذاہب الاربعۃ وتخصیص التعیین بمذہب من ھٰذہ الاربعۃ لان الامۃ قد اجتمعت علی اتباع لھٰذہ الاربعۃ دون غیرہا۔ ففی التفسیر الاحمدی مانصہ۔ "لکن قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربع فلا یجوز الاتباع لابی یوسف ومحمد وزفر وشمس الائمۃ اذا کان قولہم مخالفا للاربع وکذا لایجوز الاتباع لمن حدث مجتہدا مخالفا لہم" وفی الطحطاوی علی الدر المختار ما یلی۔" من شذ عن جمہور اہل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہ فی النار فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باہل السنۃ و

الجماعة فان نصرة اللہ تعالیٰ وحفظه وتوفيقه فی موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته فی مخالفتهم وهٰذه الطا ئفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم اللہ تعالیٰ ومن كان خارجا عن هٰذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من ايل البدعة والنار“. فان كنت بعد فی فرية من هٰذا فارجع البصر فی الاقطار ۔هل ترىٰ بغير هٰذه المذاهب عينا او اثرا فی دار من الديار ”ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا وهو حسير“۔قد اجتمعت الامة كما تلونا علی الاتباع لهٰذه الاربعة فهل عسيت ايها القائل لم تكن هٰذه المذاهب فی عهده عليه السلام ان تظن ان هٰذا السواد الاعظم قد اطبق علی الضلالة ۔والعياذ باللہ العزيز المتعال وقد قال اللہ تعالیٰ:”ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدىٰ ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولىٰ ونصله جهنم وساء ت مصيرا“وقال عليه السلام :”لا تجتمع امتی علی ضلالة“عن ابی عاصم فی السنة من حديث انس بهٰذا اللفظ وعند الترمذی حديث ابن عمر:”لا يجمع اللہ هٰذه الامة علی الضلالة ابدا“ كذا فی الدر المنثور للسيوطی ان كنت تظن هٰذا فيها ويلك من خارق للاجماع ناكب طريق المسلمين هاوبنفسه فی هوة من سجين والا فلا وجه للانكار بل لا بد من الاقرار بان كل هٰذه المذا هب حق اذ لا واسطة بين الحق والباطل لكن لامساغ للتخليط بين هٰذه المذاهب وذاك لمجرد التشهی لما مر من انه تلاعب بالدين ومن انه يؤدی الی الخيبة والخروج عن الطيبة ويرجع الی اقصی التكليف وبالجملة فلزم رد هذا الباب والاخذ بالتقليد فی كل الوقائع والفروع متعين حفظا للشريعة لاسيما فی هذا الزمان الذی يجتهد فيه كل غمر غر لا يعرف هرًّا من برّ فضلا ان يكون له راس بالفقه ظنا منه انه علی هدی من ربه والامة ما زالت فی ضلال علی تعاقب الاجيال نسأل اللہ السلامة لا يقال لم يلتزم احد فی الصدر الاول تقليد معين لانا نقول انما حكم العلماء بتقليد معين حفظا للدين لمّا كثرت العصبية بين الناس وأدت الی الدين عقارب الفساد من الوضع والكذب والدس فيه

www.muftiakhtarrazakhan.com

مالیس منه اما فی ذلك الزمان فکان الدین مصونا عن الوضع والکذب متدرّجا فی الرقی موثوقا باهله لورعهم مأمونا علیهم من التقوّل والاختلاف فکان العامی یتلقی دینه عمن رأه فلماعبّر ذلك القرن وأخذ ت من غیر من الناس الحمیة کحمیة الجاهلیة الاولیٰ وعنت فی الدین المشاجرات عنی اهل الدین بتقلید معین من الائمة المجتهدین حتی صار الجمیع فی القرن الثالث یقلدون اماما من الأئمة بعینه ووجب هذا النوع من التقلید فی ذلك العصر .قال المحدث الشاه ولی الله الدهلوی فی الانصاف:وبعد المأتین ظهر فیهم التمذهب للمجتهدین باعیانهم وقل من کان لایعتمد علی مذهب مجتهد بعینه و کان هذا هو الواجب فی ذلك الزمان اه قال الامام عبدالوهاب الشعرانی قدس سره الربانی فی المیزان:"یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذهبه مادام لم یصل الی معرفة هذه المیزان من طریق الذوق والکشف کماعلیه عمل الناس فی کل عصر" الخ ملتقطا.وقال الامام حجة الاسلام الغزالی قدس سره فی الاحیاء:"مخالفته للمقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین"وفی شرح النقایة عن کشف الأصول للامام البزدوی:"من جعل الحق متعددا کالمعتزلة اثبت للعامی الخیار من کل مذهبٍ ما یهواه ومن جعل واحدا کعلماءنا الزم العامی اماما واحدا"وفی الملل والنحل:"علماء الفریقین لم یجوزوا ان یأخذ العامی الحنفی الابمذهب ابی حنیفة والعامی الشافعی الابمذهب الشافعی"وفی عقد الجید المحدث ولی الله الدهلوی:"المرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب الی مذهب له مذهب فلاتجوز له مخالفته. ولنرد بعض اقوال للسادة الشافعیة علی حدة مفیدة فیما نحن بصدده"قال الامام جلال الدین السیوطی رحمة الله فی الاشباه والنظائر :قال السبکی :"اذا کان للحا کم اهلیة الترجیح ورجح قولا منقولا بدلیل جید جاز ونفذ حکمه وان کان مرجوحا عند أکثر الاصحاب مالم یخرج عن مذهبه ولیس له ان یحکم بالشاذ الغریب فی مذهبه وان ترجح عنده لانه کالخارج عن مذهبه فلوحکم بقول خارج عن مذهبه وقد ظهر له رجحانه فان لم

www.muftiakhtarrazakhan.com

يشترط عليه الامام فی التولية التزام مذهب جاز وان شرط عليه باللفظ او العرف كقوله على قاعدة من تقدمه او نحو ذلك لم يصح الحكم لان التولية لم تشمله وافتى ابن عبد السلام بأن الحاكم المعلوم المذهب اذا حكم بخلاف مذهبه وكان له رتبة الاجتهاد او وقع الشك فيه فالظاهر انه لا يحكم بخلاف مذهبه فينقض حكمه"، وقال الماوردی: "اذا كان الحاكم شافعيا واداه اجتهاده فی قضية ان يحكم بمذهب ابی حنيفة جاز ومنع منه بعض اصحابنا لتوجه التهمة اليه ولان السياسة تقتضی مدافعة استقراء المذاهب وتمييز اهلها"، وقال ابن الصلاح: "لايجوز لاحد ان يحكم فی هذا الزمان بغير مذهبه فان فعل نقض لفقد الاجتهاد فی اهل هذا الزمان اه"، فانظر فی اقوال هولاء الاجلة كيف تحوطوا فی حكم الحاكم بغير مذهبه فاجازه بعضهم بشرط لايكاد يوجد ومنعه بعضهم مطلقا فما ظنك بالعامی الذی ليس من العلم فی شئ ۔ ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظيم ۔ وقال جلال الدين المحلی فی شرحه على جمع الجوامع :(و) الاصح انه (يجب) على العامی وغيره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد (التزام مذهب معين) من مذاهب المجتهدين (يعتقده ارجح) من غيره (اومساويا) له ان كان فی نفس الامر مرجوحا على المختار المتقدم اه ۔"، ويجدر بالذكر هنا ما قاله امامنا الاعظم ابوحنيفة النعمان رضی الله تعالٰی عنه وارضاه عنا وصية للامام ابی يوسف رحمه الله ،قال رضی الله عنه لتلميذه لما ظهر منه الرشد والصلاح :يايعقوب! وقّر السلطان وعظم منزلته واياك والكذب بين يديه..... الی قوله.... واذا عرض عليك شيئا من اعماله فلا تقبل منه الا بعد ان تعلم انه يرضاك ويرضى مذهبك فی العلم والقضايا كيلاتحتاج الی ارتكاب مذهب غيرك فی الحكومات الخ"، كذا فی اتحاف الابصار والبصائر بتبويب الاشباه والنظائر ۔ وموضع الدلالة فی هذه المقالة لايخفٰی على اولی النهی اذأن ابايوسف رحمه الله كان مقلداً لابی حنيفة رضی الله عنه فی مذهبه مجتهداً فيه وليس مجتهدا مطلقا ۔ ويقول الامام فليكن الختام اذلاعطر بعد عروس ۔ والحمد لله الملك المنعام ۔ وهو

تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ علی حبیبہ السید الفرد العلم وآلہ وصحبہ نجوم الاھتداء مصابیح الظلم وعلی من تبعھم باحسان الی یوم تحشر الامم۔

حضرت کے جواب پر گہرائی سے نظر ڈالیں حضرت نے ثابت فرمایا کہ کسی بھی حنفی یا شافعی یا حنبلی یا مالکی کو اپنے مذہب کو چھوڑ کر کسی مسئلے میں ہوائے نفسانی کی خاطر دوسرے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں خاص کے لئے کچھ شرطیں بیان کی گئی ہیں کہ کن صورتوں میں عمل روا ہے الغرض اس بحث کو کس طرح فقیہانہ انداز میں سپرد قرطاس فرمایا اور مسئلے کو واضح فرمایا فقاہت میں ادنی درک رکھنے والے پر واضح ہے پندرہ سے زائد کتابوں کے حوالے سے مسئلے کو واضح فرمایا جن کتابوں سے جزئیات آپ نے نقل فرمائے ان کتابوں کے نام جمع الجوامع ،اتحاف الابصار والبصائر، الاشباہ والنظائر للسیوطی ،الماوردی، المیزان الکبری،احیاء العلوم،جامع الرموز ،الملل والنحل ،عقدالجید ،المستدرک ، الدرالمشور ،الانصاف فی بیان الاختلاف ،التفسیرات الاحمدیہ، حاشیۃ الطحطاوی، المقاصدالحسنۃ ، الفتح المبین، الدرالمختار۔تقلید کے باب میں ایسی نفیس اور جامع بحث ایک جگہ کہیں بھی ملنا مشکل ہے یہ حضرت کے تبحر علمی ہی کا نتیجہ اور خداداد صلاحیتوں کا ثمرہ ہی کہا جائے گا جو حضرت نے ایسی جامع بحث یہاں فرمائی اور سائل کو ہمیشہ کے لئے مطمئن فرمادیا اس فتوے کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اردو زبان کے بنسبت عربی زبان میں فتوی لکھنا حضرت کے لئے زیادہ آسان تھا عربی زبان پر تو ایسی مہارت تھی کہ علماے عرب حضرت کی عربی دانی پر فدا تھے اس تعلق سے گفتگو کی جائے تو ایک الگ سے رجسٹر تیار ہو جائے گا۔

سائل نے ایک سوال حروف مقطعات کے تعلق سے کیا کہ خالد کا کہنا ہے کہ جب قرآن کے حروف مقطعات صوفیائے کرام مخصوص کر لئے تو عوام الناس باقی کلام کو جو پڑھتے ہیں تو گویا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کتوں کے سامنے ہڈی پھینکا جائے اور وہ اس پر جھپٹ کر آپس میں لڑنے لگے،تو ایسے قائل کے لئے کیا حکم ہے۔

اب حضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ اس مختصر سے سوال کے جواب میں کیا کیا شقیں حضرت نے نکالی اور کس کس پہلو کو اجاگر کیا اور کتنے حوالہ جات سے جواب کو مزین فرمایا پہلے

www.muftiakhtarrazakhan.com

حضرت کا جواب پڑھیں حضرت فرماتے ہیں: خالد کا زعم فاسد ہے اور جس بات پر اس نے اپنے زعم کی بنا رکھی وہ خود فاسد ہے وہ متشابہات کو جن میں حروفِ مقطعات بھی شامل ہیں اصل قرآن سمجھ رہا ہے جبھی تو اس نے یہ کہا کہ عوام الناس جو باقی کلام کو پڑھتے ہیں اور بے چارہ خود قرآن عظیم کے اس ارشاد واجب الانقیاد سے بے خبر ہے جو آیات محکمات کو ام الکتاب فرما رہا ہے اور محکمات کو مدارکار بتا رہا ہے اور متشابہات کا مرجع انہیں محکمات کو ٹھہرا رہا ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے: {هُوَ الَّذِیٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِی قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُواْ الأَلْبَابِ} یعنی وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنیٰ رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنیٰ میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ مذکورہ فرمان قرآن سے ظاہر ہے۔ وہ صاف صاف محکمات کو اصل کتاب ٹھہرا رہا ہے۔ تو محکمات قرآن عظیم پر وہ مثال دینا قرآن عظیم کی آیت گذشتہ کی تکذیب ومخالفت ہے اور یہ کفر ہے خالد پر اس سے توبہ وتجدید ایمان فرض ہے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی ضرور۔ اور اس کا یہ کہنا کہ صوفیائے کرام جب قرآن کے حروف مقطعات مخصوص کر لئے، متشابہات کے بارے میں مذہب معتمد سلف صالحین سے بے خبری اور حروف مقطعات میں علماء کے کلام سے یکسر ناواقفی ہے سلف صالحین کا مذہب جو اکثر علمائے امت کا معتمد ہے وہ یہی ہے کہ متشابہ کی مراد قطعی اللہ ہی کو معلوم ہے اسی لئے امام سیوطی علیہ الرحمہ وامام جلال الدین محلی علیہ الرحمہ ودیگر مفسرین حروف مقطعات کے تحت "الله اعلم بمراده بذلك" لکھتے ہیں یعنی اللہ ہی اپنی مراد ان حروف سے جانے اور اسی لئے ہمارے ائمہ اعلام "وما يعلم تاويله الا الله" پر وقف فرماتے ہیں اور یہی مذہب صحابۂ کرام میں ابن عباس وابن مسعود وابی بن کعب کا ہے اور ابی بن کعب کی مصحف

www.muftiakhtarrazakhan.com

میں ہے:"وما یعلم تاویلہٗ الا اللہ ویقول الراسخون فی العلم آمنا بہ"اور ایسا ہی عبد الرزاق نے معمر سے انہوں نے طاؤس سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا اور مصحف ابن مسعود میں یوں تھا:"ان تاویلہ الا عند اللہ"اصول الدین امام استاذ ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی علیہ الرحمہ میں ہے:

"واختلف اصحابنا فی ادراک علم تاویل الآیات المتشابهة. فذهب الحارث المحاسبی وعبد الله بن سعید وابو العباس القلانسی الیٰ ان المتشابه هو الذی لا یعلم تاویله الا الله وقالوا: منها حروف الهجاء فی اوائل السور وهٰذا قول مالك والشافعی وا کثر الائمة ومن قال: بهٰذا وقف علیٰ قوله: وما یعلم تاویله الا الله. ثم ابتدأ من قوله: والراسخون فی العلم یقولون: آمنا به کل من عند ربنا .... وبه قال: ابن عباس وابن مسعود وابی بن کعب وفی مصحف ابی وما یعلم تاویله الا الله ویقول الراسخون فی العلم آمنا به و کذٰلك روی عبد الرزاق عن معمر عن طاؤس عن ابن عباس وفی مصحف ابن مسعود ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وان تاویله الا عند الله ثم قال: والراسخون فی العلم برفع الراسخین دون کسره وکل ذٰلك تاکید للوقف الذی اخبرناه. الخ" منار امام علامہ عبداللہ بن احمد حافظ الدین نسفی وشرح منار امام علامہ زین بن نجیم میں ہے:"{واما المتشابه فهو اسم لما انقطع رجاء معرفة المراد منه}أی فی الدنیا کالصفات فی نحو الید والعین والافعال کالنزول. .... ولا نزاع فی عدم امتناع الخطاب بما لا یفهم ابتلاء للراسخین بایجاب اعتقاد الحقیة وترك الطلب تسلیما وعجزا، بل النزاع فی وقوعه. فالحنفیة نعم لقوله تعالیٰ.. وما یعلم تاویله الا الله، ....{وحکمه اعتقاد الحقیة قبل یوم الاصابة}أی القیامة.........{وهٰذا کالمقطعات فی اوائل السور} مثل الم"بالجملہ محکمات ہی اصل و مغز قرآن ہیں اور متشابہات میں مذہب معتمد جماہیر امت اعتقاد حقیت وترک تاویل ہے اور بعض علماء کے نزدیک متشابہ کی دو قسم ہے ایک وہ جسے محکم کی طرف پھیرنے سے اس کی مراد ظاہر ہو جائے اور ایک وہ جس کی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں۔ نہایہ ابن الاثیر و در منثور سیوطی میں ہے:

www.muftiakhtarrazakhan.com

"المتشابه مالم يتلقّ معناه من لفظه وهو علیٰ ضربين احدهما اذا رد الی المحکم عرف معناه والآخر مالا سبيل الیٰ معرفة حقيقته"اس تقسیم کا بھی حاصل وہی کہ محکمات متشابہات کی اصل و مرجع ہیں اور حروف مقطعات بلا شبہ دوسری قسم میں داخل یعنی جن کے معنیٰ قطعی کی معرفت کی راہ نہیں کہ یہاں محکم کی طرف پھیرنا متصور ہی نہیں کہ اصلا ان حروف کے مقابل محکم ہی نہیں تو خالد کا یہ کہنا کہ صوفیائے کرام مخصوص کر لئے غلط و مہمل ہے بلکہ افتراء ہے کہ حروف مقطعات کی یقینی مراد سوائے خدا و رسول کے کسی کو معلوم ہی نہیں اور اعتقاد حقیت و تسلیم سب کو لازم تو دعویٰ خصوص باطل اور اس وہم عاطل کا منشاء غالبا حضرت مولوی مثنوی کے شعر۔ "ما ز قرآن مغز را بر داشتیم" کو اپنی اپنی لٹھ سمجھ سے الٹا سمجھنا ہے۔ وہ مغز قرآن محکمات کو فرمارہے ہیں نہ کہ برخلاف قرآن بزعم خالد متشابہات کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس جواب کو بغور پڑھیں اور حضرت کی فقہی بصیرت اور بالغ نظری کا جائزہ لیں پہلے کتنی جہتوں سے جواب کو مزین کیا ہے اور کتنے حوالے سے فتوے کو تقویت بخشی ہے قرآن کی ایک آیت نقل فرما کر قائل کے لئے شرعی حیثیت کو واضح کیا فرمایا: مذکورہ فرمان قرآن سے ظاہر ہے۔ وہ صاف صاف محکمات کو اصل کتاب ٹھہرا رہا ہے۔ تو محکمات قرآن عظیم پر وہ مثال دینا قرآن عظیم کی آیت گذشتہ کی تکذیب و مخالفت ہے اور یہ کفر ہے خالد پر اس سے توبہ و تجدید ایمان فرض ہے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی ضرور۔ پھر صوفیائے کرام کے تعلق سے جو اس کا زعم فاسد تھا اس کے بارے میں فرمایا: اور اس کا یہ کہنا کہ صوفیائے کرام جب قرآن کے حروف مقطعات مخصوص کر لئے، متشابہات کے بارے میں مذہب معتمد سلف صالحین سے بے خبری اور حروف مقطعات میں علماء کے کلام سے یکسر ناواقفی ہے سلف صالحین کا مذہب جو اکثر علمائے امت کا معتمد ہے وہ یہی ہے کہ متشابہ کی مراد قطعی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ پھر اس پر امام سیوطی علیہ الرحمہ کے قول سے استدلال فرمایا۔ پھر آیات محکمات و متشابہات و مقطعات کی کامل توضیح فرما کر تفسیر اور اقوال صحابہ سے اس کا صحیح حکم ظاہر فرمایا۔ پھر صوفیائے کرام کی طرف انتساب فاسد کی تردید فرما کر ان کے پاکیزہ دامن کو پراگندہ کرنے والے اچھے سے خبر لی اور تصوف و تفقہ کے حسین ربط اور سنگم کو اجاگر فرمایا اور یہ ثابت فرمادیا کہ تصوف اگر تفقہ کے بغیر ہوتا تو اس

کا امکان تھا مگر ایسا نہیں کیوں کہ تفقہ کے بغیر تصوف زندیق کی راہ کو ہموار کرتا ہے۔

اسی طرح کچھ آیتیں اور احادیث ایسی نقل کر کے حضرت کی بارگاہ میں پیش کیا جس میں بظاہر کوئی اعتراض نہیں تھا مگر درپردہ بڑے بڑے اشکالات تھے آیتوں اور احادیث کے ظاہر سے یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ اللہ کے بندوں سے استعانت نہیں کر سکتے ان سے دعا نہیں کرا سکتے وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے پتھر کی طرح منجمد ہیں، سائل نے آیات اور احادیث نقل کر کے صرف اس کا ترجمہ اور تشریح کا مطالبہ کیا یہ کہتے ہوے کہ: ''ہم لوگ ایک بار پھر بنارس بلکہ پورے ہندوستان کے علمائے اہل سنت و جماعت کو دعوت دیتے ہیں کہ اس کا ترجمہ وتفسیر بیان کریں اور آیت کریمہ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتٰب ویشترون بہ ثمنا قلیلا اولٰئك ما یأکلون فی بطونھم الا النار ولا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم کی وعید کے مستحق نہ بنیں۔ ہماری گزارشات کا جواب اشتہار کی صورت میں شائع کر دیں تا کہ عوام بھی روشناس ہو جائیں۔

نوٹ:۔ اگر علمائے کرام نے اس کا تسلی بخش ترجمہ وتشریح نہ کیا تو ہم لوگ کثیر تعداد میں مسلک اہل حدیث کو قبول کر لیں گے''۔ وہ آیتیں اور احادیث جو سائل نے استفتا میں نقل کیا وہ سب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)قل انی لا املك ضرا ولا رشدا [سورۂ جن ,آیت-۲۱] (۲)قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ(۳)وقال ربکم ادعونی استجب لکم (۴)واذا سئلك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون(۵)والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون(۶)یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیتہ مشفقون(۷) ومن یقل منھم انی الہ من دونہ فذالك نجزیہ جھنم کذالك نجزی الظٰلمین(۸)وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحٰنہ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون (۹)وان یمسسك ضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یمسسك بخیر فھو علی کل شئ قدیر وھو القاھر فوق عبادہ

وھوالحکیم الخبیر۔ احادیث نبویہ(۱)(فتوح الغیب،مقالہ ۴۲)عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینما انا ردیف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ قال یا غلام احفظ اللہ یحفظك احفظ اللہ تجدہ امامك فاذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ جف القلم بما ھو کائن ولوجھد العباد ان ینفعك بشئ لم یقضہ اللہ لك لم یقدروا علیہ ولو جھد العباد ان یضرون بشئ لم یقضہ اللہ علیك لم یقدروا فان استطعت ان تعمل للہ بالصدق فی الیقین فاعمل وان لم تستطع فاصبر فان الصبر علیٰ ما تکرہ خیراً کثیرا واعلم ان النصر مع الصبر والفرج مع الکرب وان مع العسر یسرا فینبغی لکل مؤمن ان یجعل ھٰذاالحدیث مراۃ لقلبہ وشعارہ ودثارہ وحدیثہ فیعمل بہ فی جمیع حرکاتہ وسکناتہ حتی یسلم فی الدنیا والآخرۃ وتجدہ العزۃ فیھا برحمۃ اللہ(۲)عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ لا یستغاث بی وانما یستغاث باللہ[طبرانی](۳)عن ابن عمر قال نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن النذور وقال لا یرد شیئا ولکنہ یستخرج بہ من مال البخیل[بخاری](۴)عن ابن عباس ان رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شاء اللہ وشئت وقال اجعلتنی للہ نداً قل ماشاء اللہ وحدہ[ابن ماجہ،نسأی،مشکوٰۃ](۵)عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسأل احد کم ربہ حاجتہ کلھا بہ حتیٰ یسأل الملح حتیٰ یسألہ شوسع نعلہ [ترمذی مشکوٰۃ]

حضرت نے سب سے پہلے حکم شرع بیان فرمایا کہ:”معین حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ہم اہل سنت وجماعت کسی نبی یا ولی کو معین حقیقی نہیں مانتے ہاں واسطہ وسیلہ اورعون الٰہی کا مظہر ضرور جانتے ہیں۔اور بلاشبہہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب رفیع تک ان نفوس قدسیہ کو وسیلہ بنایا ہے اور ہمیں ان سے توسل کا حکم فرمایا ہے۔پھر توسل کے ثبوت میں دو آیتیں نقل فرمائی: وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ ۔وہ مقبول بندے جنھیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ اپنے رب کی طرف

ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے"۔ پھر حضرت نے سوال میں منقول آیتوں اور احادیث کے تعلق سے فرمایا: "اور جو آیات و احادیث درج سوال ہوئیں ان میں سے بعض کا یہ حال ہے کہ وہ اختیار ذاتی کی نفی کرتی ہیں جو ہمیں مضر نہیں۔ ہم بھی خدا کے سوا کسی کے لیے کوئی صفت ذاتیہ نہیں مانتے اور جو کوئی غیر خدا کے لیے کوئی صفت ذاتی بے عطائے الٰہی ثابت کرے اسے مشرک جانتے ہیں اور باعطائے الٰہی انبیا و اولیاء کے لیے تصرف کی قدرت ثابت کرتے ہیں جس میں اصلاً کوئی محذور نہیں بلکہ وہ آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ اور بعض آیات خاص مشرکین کے حق میں وارد ہیں۔ ہم پر منطبق نہیں یہ غیر مقلدوں اور وہابیہ دیابنہ کا افتراء ہے کہ وہ ہم پر عبادت غیر اللہ کا الزام دھرتے ہیں"۔ پھر سوال میں درج پہلی دونوں کا آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا: "ان دونوں آیتوں میں ذاتی کی نفی کی ہے اور اس کا قائل کوئی نہیں۔ اور استثناء بھی (مگر جو اللہ چاہے) سے اختیار عطائی ثابت ہے۔ یعنی جتنا اللہ چاہے مجھے اختیار دے تو بحمدہ تعالیٰ یہ آیت ہمارے لیے حجت ہے نہ کہ غیر مقلدوں کے لیے۔" تیسری آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا: "اس آیت کو مقام سے مس نہیں کیوں کہ غیر خدا سے کوئی دعا نہیں کرتا۔ بزرگان دین کو وسیلہ بنانا یا ان سے دعا کرنا اور بات ہے اور بزرگان دین سے عرض کرنا حقیقت میں ان سے دعا کی طلب ہے۔" چوتھی اور پانچویں آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا: "یہ آیت کفار اور ان کے بتوں کے بارے میں ہے۔ وہابیہ کی جہالت ہے کہ اسے عامۂ اہل سنت پر ڈھالتے ہیں اور یہ حماقت بالائے حماقت ہے کہ اس آیت کریمہ کو اولیائے کرام کے اوپر ڈھالیں اور اس سے انہیں بتوں کی طرح جماد محض ثابت کریں۔ اس کے رد کے لیے قرآن عظیم کا ارشاد: الاان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون (سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے نہ انہیں کسی بات کا رنج) کافی ہے۔ مرنے کے بعد کافر بھی جماد محض نہیں ہوجاتا بلکہ اس کی بھی روح زندہ رہتی ہے اور جسم پر جو عذاب ہوتا ہے اس کا ادراک کرتی ہے تو حیات اولیاء کا منکر ہونا عذاب جسمانی ثواب جسمانی سے منکر ہو کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے۔" چھٹی آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد استدلالا ایک روایت اپنی تائید میں نقل کی: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یعنی وہ جو توحید کا قائل ہو آیت

کریمہ سے فرشتوں کی شفاعت مسلمانوں کے حق میں شفاعت ہے پھر سیدالکائنات کی شفاعت کا کیا کہنا وہ سب سے افضل ہیں۔اب وہی اپنے ایمان کی خبرلیں کہ اصل شفاعت کے منکر ہیں۔'' ساتویں، آٹھویں اورنویں آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد دوآیتوں سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس آیت سے بھی ذاتی کی نفی ہوتی ہے اورعطائی کی نفی سمجھنا ضلالت وگمراہی ہے ورنہ قرآن منزل کوشفاء کہنا شرک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔اورہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جوایمان والوں کے لیےشفااوررحمت ہے۔اورشہد کیلئے فرماتا ہے:فِيْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاس۔ جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔پھرسوال میں منقول حدیث کاترجمہ کرنے بعدفرماتے ہیں: ''یہ حدیث بھی ہمیں مضرنہیں بلکہ اس میں بھی ہمارے لئے بحمدہ تعالیٰ حجت ہے کہ حدیث کے ارشاد:ولو جهد العباد ان ينفعوك بشئی لم يقضه الله لك۔ الخ کے مفہوم سے صاف ظاہر کہ بعض منفعت ومضرت پراللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کوقدرت دی ہے اور یہ مفہوم بلاشبہہ معتبر بلکہ قرآن عظیم میں اس کی تصریح ہے۔قال تعالیٰ: وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہوجائے۔یعنی اللہ تعالیٰ نیکوں کےصدقہ میں دوسروں کی بلائیں بھی دفع فرماتاہے''۔اوردوسری حدیث کاترجمہ کرنے کے بعدفرماتے ہیں: ''اس حدیث کے راویوں میں ابن لہیعہ متکلم فیہ ہے۔اوراس حدیث کاصدرکلام نقل نہ کیاجس سے واضح ہوتاکہ یہ واقعہ عین ہےجس کیلئےعموم نہیں یاعام مخصوص ہے۔ہم اس حدیث کاوہ فقرہ ذکرکریں جوترک کیاگیاوہو ہذا:قال

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوموا نستغيث برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من هذا المنافق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔الخ یعنی حضرت ابوبکررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایاکہ اٹھوہم اس منافق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہیں تو حضورعلیہ السلام نے فرمایا۔الخ اورخلاصۂ جواب اس حدیث سے یہ ہے کہ حضورسرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منافقین پروحی الٰہی سے احکام مسلمانوں کے جاری فرمائے تھے۔شاید حضرت صدیق اکبرنے اس کےقتل کی اجازت چاہنے کیلئے وہ جملہ کہاجس پریہ ارشادہواکہ اس

معاملے میں اللہ سے استغاثہ کیا جائے مجھ سے نہ کیا جائے کہ اس معاملہ میں مجھے ابھی ختیار نہ ملا جس کا صریح مفاد یہ ہیکہ اس خصوص میں استغاثہ سے ممانعت فرمائی نہ کہ ہر جگہ عام ممانعت فرمائی اور واقعہ یہی ہے کہ سوال کا ادب یہ ہے کہ جس طرح خدا سے وہی مانگا جائے جو ممکن ہو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے وہ مانگا جائے جو ان کے اختیار میں باعطائے الٰہی ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث حقیقت امر کا بیان کر رہی ہے یعنی اگر چہ مجھ سے استغاثہ کرو لیکن حقیقت میں مستغاث اللہ ہی ہے''۔ اور اسے شفاء السقام کی ایک طویل عبارت نقل فرما کر تقویت بخشی۔ مزید چار آیتوں سے اپنے مذہب حق کو اجاگر فرمایا۔ پھر تیسری حدیث کا ترجمہ کرنے بعد سائل کے زعم فاسد کا رد بلیغ فرمایا فرماتے ہیں: ''یہ حدیث اصل نذر سے مانع نہیں بلکہ اس خیال کے ساتھ نذر سے مانع ہے کہ نذر قضائے الٰہی کو از خود پھیر دیتی ہے تو فی نفسہ یہ خیال ممنوع ہوا اور جو یہ فرمایا کہ اس کے ذریعے بخیل کا کچھ مال نکلتا ہے یہ بطور تمثیل فرمایا یعنی یہ شان بخیل کی ہے کہ کسی منفعت کے حصول یا کسی مضرت کے زوال پر نذر کو معلق کرے کہ بخیل بے حظ نفسانی خرچ نہیں کرتا تو اسمیں خالصا لوجہ اللہ نذر کی ترغیب ہے نہ کہ اس سے ممانعت مگر کلمات علماء سے جو دور پڑتے ہیں وہ ایسے ہی گمراہ ہوتے ہیں کہ ایک حدیث کو دیکھ کر دوسری احادیث بلکہ آیات تک سے اندھے ہوجاتے ہیں کیا یہ آیت نہ پڑھی: وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ۔ جو کچھ تم خرچ کرو یا جو منت مانو تو وہ اللہ کو معلوم ہے۔ اور یہ ارشاد نہ سنا: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ اپنی منتوں کو پورا کریں۔ اور یہ فرمان نہ دیکھا: يُوفُونَ بِالنَّذْرِ۔ منت کو پورا کرتے ہیں۔ اھ پھر اپنے ان جملوں میں ان کی خبر گیری فرمائی ''اور حدیث پڑھتے پڑھاتے عمر گزری مگر یہ حدیث آنکھوں سے نہ دیکھی؟: ''عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال من نذر ان یطاع اللہ فلیطعہ و من نذر ان یعصیہ فلا یعصہ رواہ البخاری'' جس نے طاعت خدا کی منت مانی تو وہ اسکی اطاعت کرے اور جس نے نافرمانی کی منت مانی تو وہ خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ چوتھی حدیث کا ترجمہ کرنے کے بعد تفصیلی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ حدیث مشکوۃ کی فصل ثانی میں حضرت حذیفہ سے دوسرے الفاظ سے ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں: لا تقولوا ماشاء اللہ وشاء

فلان ولکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان- وفی روایۃ منقطعا: لا تقولوا ماشاء اللہ وشاء محمد وقولوا ماشاء اللہ وحدہ۔ (مشکوۃ المصابیح باب الاسامی ص ۴۰۸ مطبع مجلس برکات مبارکپور اعظم گڑھ)

اور نسائی میں بسند صحیح بطریق مسعر عن معبد بن خالد عن عبداللہ بن یسار رقتلہ بنت صیفی جہنیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے: ان یھودیا اتی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال انکم تنددون وانکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشئت تقولون والکعبۃ فامرھم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا ارادو ا ان یحلفوا ان یقولوا ورب الکعبۃ ویقولون ماشاء اللہ ثم شئت۔ یعنی ایک یہودی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی بے شک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو۔ اور بے شک تم لوگ شرک کرتے ہو کہتے ہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہو تم اور کعبہ کی قسم کھاتے ہو اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں رب کعبہ کی قسم اور کہنے والا یوں کہے: جو چاہے اللہ پھر جو چاہو تم -(نسائی باب الحلف بالکعبۃ کتاب الایمان والنذور حدیث ۳۷۸۲ مطبع دار الفکر بیروت)

ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا حلف احد کم فلایقل ماشاء اللہ وشئت ولکن لیقل ماشاء اللہ ثم شئت۔ جب تم میں کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور آپ چاہیں ہاں یوں کہے کہ جو چاہے اللہ پھر آپ چاہیں -(ابن ماجہ ابواب الکفارات باب النہی ان یقال ماشاء اللہ وشئت ص ۱۵۳ مکتبہ تھانوی)

نیز ابن ماجہ نے یہی مضمون طفیل ابن سنجرہ برادر مادر ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور اسے روایت حذیفہ پر محمول فرما کر نحوہ فرمادیا اور حدیث حذیفہ ابن ماجہ شریف میں کسی قدر طول کے ساتھ یوں آئی: حدثنا ھشام بن عمار ثنا سفیان بن عیینۃ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنھما ان رجلا من المسلمین رأی فی النوم انہ لقی رجلا من اھل الکتاب فقال نعم القوم

انتم لو لاأنکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذکر ذلك للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال أما واللہ ان کنت لااعرفھا لکم قولوا ماشاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ یعنی اہل اسلام میں سے کسی صاحب کو خواب میں ایک کتابی ملا وہ بولا تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے کہتے ہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ان مسلم نے یہ خواب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی فرمایا سنو! خدا کی قسم تمہاری اس بات پر مجھے بھی خیال گزرتا تھا۔ یوں کہا کرو جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ (ابن ماجہ ابواب الکفارات باب النہی ان یقال ماشاء اللہ وشئت ص ۱۵۳ مکتبہ تھانوی)

ہم نے اس جگہ مشکوۃ ونسائی اور ابن ماجہ کی روایتیں درج کردیں جن سے ظاہر کہ مشکوۃ ونسائی کا حوالہ بالکل غلط ہے اور ابن ماجہ شریف میں خود بروایت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ماشاء اللہ ثم شئت کہنے کی رخصت آئی اور سوال میں جو حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے درج کی وہ مشکوۃ ونسائی میں نہیں ہے اور ابن ماجہ میں نہ دیکھی لھذا باب اور صفحہ کی نشاندہی کیجائے اور اس سوال والی حدیث کے معارض جو احادیث ہم نے ذکر کیں ان کا کیا جواب ہے؟ غیر مقلدوں اور وہابیوں سے پوچھا جائے؟ پانچویں حدیث کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا یہ حدیث ہمیں کیا مضر اور یہ مشاہدہ ہے کہ وہابیہ اوروں کی طرح اشیاء ضروریہ کا دوسروں سے سوال کرتے ہیں پھر شرک سے کہاں مفر ہے اور زندہ اور مردہ کی تفریق محض بے سود و نا معتبر ہے ۔کیا ان کے طور پر زندوں کیلئے قرآن وحدیث نے سند دی ہے کہ وہ خدا کے شریک ہو سکتے ہیں۔ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم اس جواب پر استاذ المفتیین معتمد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے ان لفظوں میں تصدیق فرمائی : الجواب صحیح والمجیب نجیح : یہ مختصر جواب بہت مفید ہے اور بنظر انصاف مطالعہ کرنے سے ذریعہ ہدایت ہوگا۔

ایسے بہت سے ایسے مسائل ہیں جو حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے تحقیقات انیقہ سے مملو ہیں فتاوی تاج الشریعہ کا مطالعہ کریں تو ان گنت ایسی تحقیقات پر نظر پڑیگی جس سے

www.muftiakhtarrazakhan.com

حضرت کی ذات فقید المثال ثابت ہوگی اور ایسے بے شمار شواہد ملیں گے جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی اور آنے والی نسلوں کے لئے فن افتا میں مشق و تمرین کے لئے بلا شبہ نسخہ کیمیا ثابت ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے ہم تمامی اہل سنت کو تاحیات استفادہ کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے مرقد کو بقعہ نور بنائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ وصحبہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

***

www.muftiakhtarrazakhan.com